ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۱۳ | رجب المرجب ۱۴۲۶ھ ۔ اگست ۲۰۰۵ء | شمارہ : ۸

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش..................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ..............................سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ..................................سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

کمپیوٹر کمپوزنگ و تزئین : محمد صفدر خوشنویس و ڈاکٹر محمد امجد

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۸
قرآن وسنت اور تواتر وتعامل	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۱
شخصیت وخدمات مولانا حامد میاںؒ	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۲۱
لیکن تمھیں وہ یوسفِ کنعاں نہ ملے گا	جناب سید امین گیلانی صاحب	۳۹
ماہِ رجب کے فضائل واحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۰
طلاق....ایک ناخوشگوار ضرورت	حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری صاحب	۵۸
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ........روپے جلد اِرسال فرمائیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

صوبہ سرحد کی صوبائی حکومت نے اپنے دائرہ اختیار کے اندر رہ کر قانون سازی کرتے ہوئے صوبائی اسمبلی میں جو ''حسبہ بل'' پیش کیا تھا،طویل بحث ومباحثہ کے بعد گزشتہ ماہ کی چودہ تاریخ کو دوتہائی ارکان کی واضح اکثریت کے ساتھ منظور ہو گیا ہے ۔اِس بل کو شرعی اور قانونی امور کے ماہرین نے طویل مشاورت کے بعد تیار کیا۔بل کی چند شقیں درج ذیل ہیں :

حسبہ بل کی چند شقیں

دفعہ ۱۰ کے تحت تفویض شدہ اختیارات کو متاثر کیے بغیر محتسب کو درج ذیل اختیارات حاصل ہوں گے :

☆ تبذیر یا اسراف کی حوصلہ شکنی خصوصاً شادیوں اور اِس طرح کے دیگر خاندانی تقریبات کے موقع پر ☆ جہیز دینے میں اسلامی حدود کی پابندی کرنا ☆ گداگری کی حوصلہ شکنی کرنا ☆ اسلامی شعار کے احترام اورادب وآداب کی پابندی کروانا ☆ عیدین کی نمازوں کے

وقت ایسی مساجد کے آس پاس جہاں نمازِ جمعہ ہو رہی ہو، کھیل تماشے اور تجارتی لین دین کی حوصلہ شکنی کرنا ☆ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کی ادائیگی اور انتظام میں غفلت کا سدباب کروانا ☆ کم عمر بچوں کو ملازم رکھنے کی حوصلہ شکنی کرنا ☆ غیر متنازعہ مالی دعوی کے تصفیے میں غیر ضروری تاخیر کو روکنا ☆ جانوروں پر ظلم روکنا ☆ مساجد کی دیکھ بھال میں غفلت کا سدباب کروانا ☆ اذان اور فرض نمازوں کے وقت اسلامی شعائر کے احترام و آداب کی پابندی کروانا ☆ لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال اور مساجد میں فرقہ وارانہ تقاریر سے روکنا ☆ غیر اسلامی معاشرتی آداب کی حوصلہ شکنی کرنا ☆ پبلک مقامات پر ناشائستہ رویہ اختیار کرنے سے روکنا ☆ آوارہ گردی کا تدارک کرنا ☆ پیشہ ور تعویذ فروشی، گنڈے، دست شناسی اور جادوگری کا سدباب کرنا ☆ اقلیتی حقوق کا تحفظ خصوصاً اُن کے مذہبی مقامات اور وہ جگہ جہاں مذہبی رسوم ادا کی جا رہی ہوں، کا تقدس ملحوظ رکھنا ☆ غیر اسلامی رسوم جس سے خواتین کے حقوق متاثر ہوں خصوصاً غیرت کے نام پر قتل کے خلاف اقدام اُٹھانا ☆ میراث میں خواتین کو محروم رکھنے کا سدباب ۔ رسم ''سورہ'' کا تدارک کروانا اور خواتین کے شرعی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانا ☆ ناپ تول کی نگرانی اور ملاوٹ کا تدارک کرنا ☆ مصنوعی گرانی کا سدباب کروانا ☆ سرکاری املاک کی نگرانی کروانا ☆ سرکاری محکمہ جات میں رشوت ستانی کا تدارک کروانا ☆ سرکاری اہل کار میں عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا ☆ والدین کی نافرمانی پر مواخذہ کرنا ☆ غیر متنازعہ مالی اُمور میں متاثرہ فریق کی مناسب دادرَسی کرنا ☆ قتل، اقدامِ قتل یا ایسے دیگر جرائم میں جس سے امن و امان میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو، متعلقہ فریق یا قبیلوں کے درمیان مصالحت کروانا۔

اس طرح کے اور بہت سارے اُمور ہیں جن میں عوامی فلاح و بہبود، شہری حقوق اور عزتِ نفس کو تحفظ دیا گیا ہے جو حسبہ بل میں درج کیے گئے ہیں۔ یہ بل ہر اعتبار سے انسانی مفادات کا حامل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے اِس کو سراہا ہے حتی کہ مسیحی اقلیت کی طرف سے بھی اِس کی پذیرائی کی گئی ہے۔

۱۶؍جولائی کے نوائے وقت میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق مسیحی برادری کے زیرِ اہتمام راولپنڈی اور اسلام آباد پریس کلب کے سامنے مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے مسیحی برادری کے راہنما یونس گل اور جمیل مسیح کھوکھر نے کہا کہ ''حسبہ بل کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے عناصر مسیحی برادری کے خیرخواہ نہیں ہیں۔اس بل کی منظوری سے پاکستان میں آباد مسیحی برادری کے حقوق کا تحفظ ہوگا اور یہ کہ حسبہ بل مسیحی برادری کے لیے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔سرحد حکومت کو حسبہ بل نافذ کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں''۔

اسی طرح صوبہ سرحد کی اپوزیشن کے بعض ارکان نے بھی حسبہ بل کے حق میں ووٹ دیئے ہیں۔

اخبارات کے مطابق پچھلے دنوں صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ اکرم درانی صاحب نے حسبہ بل کے سلسلہ میں جب صدر پرویز مشرف سے ملاقات کی تو انہوں نے اِس پر اپنے خدشات ظاہر کیے جس پر وزیرِ اعلیٰ نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ نے حسبہ بل پڑھا ہے؟ تو صدر کا جواب نفی میں تھا۔ملک کی سب سے ذمہ دار شخصیت کی غیر ذمہ داری کا جب یہ حال ہوگا تو باقیوں کو اُن پر قیاس کرتے ہوئے مخالفت کی نوعیت کا اندازہ لگانا بالکل آسان ہے۔مشہور کہاوت ہے کہ ''بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ''۔

اسی طرح وزیرِ اعلیٰ صوبہ سرحد نے اپنے دورہ امریکہ کے دوران امریکی حکام کو جب ''حسبہ بل'' کا متن دکھلایا دیا تو وہ بھی حیران رہ گئے کہ اِس میں تو کوئی بات بھی قابلِ اعتراض نہیں ہے۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ مسلمان اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اِس بل سے کسی کو بھی اختلاف نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ اس میں نہ تو آئین سے کوئی چیز متصادم ہے اور نہ ہی اسلام سے۔صوبہ سرحد کی حکومت نے حسبہ بل منظور کرواکر اُس فرض کو ادا کیا ہے کہ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہر مسلم حکمران کو دیا ہے اور سرحد کے عوام نے بھی اِسی وعدہ پر اُن کو منتخب کیا تھا۔قرآن پاک میں ہے :

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ . (پ ۱۷ سورہ حج آیت نمبر ۴۱)

''وہ لوگ کہ اگر ہم اُن کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے''۔

اللہ تعالیٰ کے اس واضح حکم کے بعد کسی مسلمان کے لیے اِس سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ اِس نیک

کام میں تعاون کرنا ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے۔اس کے باوجود صوبہ سرحد کی حزب اختلاف اور وفاقی حکومت نے اِس بل کی شدید مخالفت کی ہے اور تہیہ کیا ہے کہ اِس کو کسی طور پر نافذ نہیں ہونے دیا جائے گا۔فوجی آمر صدر پرویز مشرف نے تو بلا تاخیر اٹارنی جنرل کو ہدایت کی ہے کہ سپریم کورٹ سے رجوع کر کے حسبہ بل کے خلاف حکمِ امتناعی حاصل کیا جائے۔صدر پرویز مشرف اور دیگر مسلم ارکانِ اسمبلی کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ یہ محض کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے کہ اِس میں اختلاف کی گنجائش ہو بلکہ ''حسبہ بل'' خالص مذہبی معاملہ ہے۔کسی مسلمان کے لیے اس میں دوسری رائے کی گنجائش نہیں ہے، بصورتِ دیگر یہ اللہ کے عذاب کو دعوت دے کر دُنیا و آخرت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔مسلمان اراکین اگر اپنے ایمان کی خیر چاہتے ہیں تو اللہ سے توبہ کر کے اِس بل کی غیر مشروط حمایت کریں، چاہے انہیں اِس کی جو بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

قرآن پاک میں دینی احکام نافذ نہ کرنے والوں یا اِس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے لیے سخت وعیدیں آئی ہیں۔قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے :

اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا (جنت وغیرہ کا) کیا تم نے بھی پایا اپنے رب کے (عذاب والے) وعدہ کو سچا، وہ کہیں گے کہ ہاں پھر ان کے درمیان ایک پکار لگانے والا پکار لگائے گا کہ لعنت ہے اللہ کی ان ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اِس میں کجی (اور عیب) اور وہ آخرت سے منکر تھے اور ان (اہلِ حق اور اہلِ باطل) کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگی۔
(پ۸ سورہ اعراف آیت نمبر ۴۵،۴۶)

ایک اور جگہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

بیشک جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے، سو اَبھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا وہ (عمل) اُن پر حسرت اور بالآخر مغلوب ہوں گے۔(پ۹ سورۃ انفال آیت نمبر ۳۶)

یہ آیات اگرچہ کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں مگر اُن لوگوں کے لیے بھی اِن آیات میں وعید ہے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور کام کافروں جیسے کرتے ہیں۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس بل کے نفاذ کے بعد

پہلے سے نافذ نظام کے متوازی ایک اور نظام آجائے گا جس سے صوبہ کا نظام خراب ہو جائے گا۔ اول تو اُن کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس بل میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ٹکراؤ پیدا نہ ہونے پائے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اِس بل کے مقابل آنے والے غیر شرعی قوانین کو ترک کرنا مسلمانوں پر ضروری ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

> اور آپ کہہ دیجیے آیا حق اور نکل بھاگا جھوٹ اور بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا (پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۱)

آخر میں باری تعالیٰ کے ایک اور ارشاد کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کہ اس بل کی موافقت کرنے والے کس زمرے میں آتے ہیں اور مخالفت کرنے والے کس زمرے میں آتے ہیں۔

> سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو اُن میں اُٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔ (پ ۵ سورہ نساء آیت ۶۵)

اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومن وہ ہے جو اللہ اور رسول کے فیصلہ کے سوا کسی اور فیصلہ پر ہرگز راضی نہ ہو اور اپنے تمام مفادات اور خواہشات پر شریعت کو مقدم رکھے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ''حسبہ بل'' کی مخالفت کرنے والے مسلمان ارکان اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر کے اپنی آخرت کو برباد ہونے سے بچائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

مولای صلّ وسلّم دائمًا ابدًا — درسِ حدیث — علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

آخرت کے معاملہ میں کسی کے لیے دعوٰی نہیں کیا جاسکتا
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۷ سائیڈ اے (۱۹۸۵۔۵۔۱۷)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک وعدہ ہوگیا کہ جب وہ مجھ سے استغفار کرے گا تو میں اُسے بخش دُوں گا۔ حدیث میں وہ کلمات آتے ہیں کہ مثلاً ایک بندہ نے گناہ کیا تو وہ کہتا ہے رَبِّ اَذْنَبْتُ خداوندِ کریم میرے سے گناہ ہوگیا میں نے گناہ کیا تُو معاف فرما، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِہٖ کیا میرا بندہ یہ بات جان گیا ہے کہ اُس کا ایک پروردگار ہے جو اُس کا گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے اور معاف بھی فرمادیتا ہے، دونوں کام کرتا ہے چاہے تو مواخذہ فرمائے اور چاہے تو معاف فرمادے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ملائکہ کے سامنے کہ میں نے اپنے اِس بندہ کو معاف فرمادیا ثُمَّ مَکَثَ مَاشَآءَ اللّٰہُ اس کے بعد جب تک اللہ چاہیں وہ ٹھہرا رہتا ہے ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا پھر گناہ ہوجاتا ہے۔ اور گناہ ہوتے رہتے ہیں، انسان توبہ کرلیتا ہے عہد کرلیتا ہے پھر غلطی ہوجاتی ہے پھر وہ کہتا ہے رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْہُ

اے میرے پروردگار میں نے گناہ کا کام کیا ہے تُو معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُبِہٖ یہ بندہ اتنی بات پہچانتا ہے کہ اِس کا پروردگار ہے جو مواخذہ فرما سکتا ہے اور معاف فرما سکتا ہے، دونوں کام کر سکتا ہے، اسی لیے یہ میری طرف رجوع کررہا ہے توبہ کررہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردیا۔

گویا استغفار کی فضیلت یہ ہے کہ جب وہ زبان سے کلمات کہتا ہے اور دل میں اعتراف کرتا ہے گناہ کا اور معافی کی درخواست کرتا ہے کہ میرے سے غلطی ہوئی معاف فرما، تو اللہ پاک معاف فرمادیتے ہیں۔ اسی طرح ہوتا رہتا ہے حتّٰی کہ تیسری دفعہ مثلاً یا اِس سے بھی زیادہ دفعہ جیسے بھی اللہ کی مرضی ہو، یہاں تیسری دفعہ ارشاد ہورہا ہے، پھر وہ ٹھہرا رہتا ہے پھر گناہ کرتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں، اور پھر فرماتے ہیں غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَاشَآءَ میں نے اس کو بخش دیا ہے مکمل طرح اب وہ جو چاہے کرے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اُس پر ایسی رحمت کی نظر فرمادی ہے کہ اب اُس کی گناہ کی طاقت کمزور ہوجائے گی اور نیکی کی طاقت بڑھ جائے گی۔ جب خدا کی رحمت کی نظر ہو تو پھر یہی ہوتا ہے کہ گناہ کی قوت کم ہوجاتی ہے وہ کمزور پڑجاتی ہے اور خدا کی عبادت اور اُس کی اطاعت کی قوت اُس میں بڑھ جاتی ہے، تو اب جو چاہے کرے یعنی آزاد ہے جہاں چاہے پھرے، وہ پھرے گا بھی تو بھی کچھ نہیں ہوگا، گناہ کے کاموں کی قوت ہی اُس کی کمزور پڑگئی ہوگی۔ اسی طرح کے کلمات آئے ہیں اہل بدر کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو چاہیں کریں اور میں نے اِن کو بخش دیا، تو یہ مطلب تھوڑا ہی تھا سچ مچ وہ گناہ کرتے پھریں بلکہ اُن سے تو گناہ نہیں ہوئے وہ تو گناہ سے بچتے رہے، یہی مطلب ہے کہ ان سے اب گناہ نہیں ہوں گے اور یہ گناہ سے بچے رہیں گے۔

کسی کے بارے میں دعوٰی نہیں کیا جاسکتا :

حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک آدمی نے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلَانٍ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو نہیں بخشیں گے۔ یہ جملہ اُس نے کہہ دیا۔ یہ جملہ کہنا ایسا ہے جیسے اپنے بارے میں پتا چل گیا اُسے کہ میں بخشا گیا ہوں اور یا وہ خدا سے بڑی کوئی چیز ہے کہ خدا کی مرضی میں دخل دے رہا ہے، متکبرانہ جملہ ہے بڑائی کا جملہ ہے۔ بڑائی اللہ کو پسند نہیں اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے متکبر۔ آپ کسی انسان کو کو کہیں ''بڑا متکبر ہے'' تو وہ خفا بھی ہوجائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنا نام رکھا ہے ''متکبر'' بڑائیوں والا سب سے بڑی عظمتوں والا۔ ایک ہی ذات ہے بس جہاں سب ختم ہو جاتے ہیں وہی رہتا ہے۔ تو ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَتَاَ لّٰی عَلَیَّ یہ کون ہے جو میرے بارے میں قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں یہ نہیں کروں گا، یہ جُرأت کیسے ہوئی اس کو، ناپسند ہے اللہ کو یہ بات۔ آدمی دوسرے کو نصیحت تو کر سکتا ہے، گناہ سے روک سکتا ہے اور روکنا فرض ہے نصیحت فرض ہے۔

''حقیر'' و ''غیر حقیر'' کا پتہ مرنے کے بعد چلے گا :

مگر اُسے یہ سمجھ لینا کہ وہ حقیر ہے یہ جائز نہیں، کیونکہ حقیر اور غیر حقیر کا پتا تو مرنے کے بعد چلتا ہے، وہ تو پتا ابھی ہے ہی نہیں۔ کون کدھر جائے گا کدھر نہیں، کچھ پتا نہیں۔ آخری وقت تک انسان کو یہی بتایا گیا ہے کہ اپنے ایمان کی سلامتی خدا سے چاہو۔ تو مَنْ ذَاالَّذِیْ یَتَاَ لّٰی عَلَیَّ اَنِّیْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ یہ کون ہے جو قسم کھا رہا ہے میرے بارے میں کہ میں فلاں آدمی کو نہیں بخشوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُّ عَمَلَکَ اس بندہ سے اللہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں کی بخشش کر دی جس کے بارے میں تو نے قسم کھائی تھی اور تیرا عمل میں نے ساقط کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار بتائی، اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف بتایا، نہی عن المنکر بتایا، بری بات سے روکو مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ کسی کو کمتر نہیں سمجھ سکتے ذلیل نہیں سمجھ سکتے۔ اگر ذہن میں یہ آئے کہ یہ مجھ سے کمتر ہے تو تم کمتر ہو گئے اُس سے۔ جب ذہن میں یہ آئے کہ یہ مجھ سے نیچا ہے تو خدا کی نظر میں تم نیچے ہو گئے وہ اُونچا ہو گیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

کچھ نا کہنا، یہ بھی جائز نہیں ہے :

اب اگر کوئی کہے کہ میں تو کچھ کہتا ہی نہیں کسی کو بھی، تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کہنا تو پڑے گا سمجھانا پڑے گا اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، اس کے لیے بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ حکمت کے ساتھ اچھے وعظ کے ساتھ، تو یہ طریقہ استعمال کرنا پڑے گا۔ تو خداوند کریم نے ہمیں بشارت دی ہے کہ جو استغفار کرے گا میں قبول کروں گا اور اُس کے طریقے بتلائے اور اُس میں جو خطرات ہوتے ہیں وہ بتلائے۔ آقائے نامدار ﷺ نے دین کی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، سب کچھ بتلایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف فرمائے اور آخرت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعا..............................

سلسلہ نمبر۱۴

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوسکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہوچکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہوجائیں۔ (ادارہ)

'' قرآن وسنت اور تواتر وتعامل ''

﴿ نظرثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

قرآن، سنت، تواتر اور تعامل میں انتہائی گہرا تعلق ہے اور اِن پر ہی دین کی بنیاد قائم ہے۔ جس طرح اگر سنت کو چھوڑ دیا جائے تو بھی دین نہیں رہتا اور جس طرح قرآن کی تفسیر سنت سے کی جاتی ہے اسی طرح قرآن وسنت دونوں کی تفسیر تواتر وتعامل کرتے ہیں۔

اُمت مسلمہ میں اگر کسی گروہ نے حدیث کو چھوڑا ہے تو وہ گروہ گمراہ ہوگیا ہے بالکل اسی طرح جس نے تواتر سے انحراف کیا ہے تو وہ بھی راہِ حق سے ہٹ گیا ہے۔ قرآن وسنت کے باہمی ارتباط کے بارے میں قرآن حکیم میں جابجا ارشادات موجود ہیں، ارشاد ہے :

(۱) وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ . (سورة النحل)

'' اور ہم نے تم پر یہ یادداشت اُتاری کہ تم کھول دو لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اُن کے واسطے اُتری ہے''۔

(۲) وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ . (سورة النحل)

''اور ہم نے اُتاری تم پر کتاب اِسی واسطے کہ کھول کر سنادو تم اُن کو وہ چیز کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں، اور سیدھی راہ دکھانے کو اور ایمان والوں کی بخشش کے لیے''۔

(۳) مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا . (سورۃ الحشر)

''تم کو جو رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جن کا علمی مقام اتنا بلند ہے کہ کُتب اسماء الرجال میں خُلفاء اربعہ کے بعد پانچویں نمبر پر اِن ہی کا اسم گرامی آتا ہے۔ اسی آیت سے استدلال فرما کر چہرہ وغیرہ پر نقش گودنے کی حرمت اور اِس کام کے کرانے والے اور انجام دینے والے کے ملعون فی کتاب اللہ ہونے فتویٰ دیا ہے جیسا کی کتب حدیث میں ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے :

(۴) وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم)

''رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے یہ تو بھیجا ہوا حکم ہوتا ہے''۔

(۵) فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ . (سورۃ النور)

''ڈرتے رہیں وہ لوگ جو اُن کے امر کے خلاف کرتے ہیں اِس سے کہ کہیں اُن پر کچھ خرابی آپڑے یا اُنہیں دردناک عذاب پہنچے''۔

(۶) لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ . (سورۃ الاحزاب)

''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کے طور سیکھنے بہتر ہیں''۔

(۷) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ . (سورہ اٰل عمران)

''کہہ دو اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری راہ چلو''۔

(۸) وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ . (سورۃ النساء)

''جس نے رسول کا حکم مانا اُس نے اللہ کا حکم مانا''۔

اسی لیے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد نماز جیسی عظیم عبادت رسول اللہ ﷺ کے عمل اور حکم کی بناء پر بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے سترہ ماہ تک پڑھی جاتی رہی جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ (سورۃ البقرہ) اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تم پہلے تھے محض اس لیے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون رسول کا تابع رہے۔

ارشادِ ربّانی ہے :

(۹) وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا . (سورۃ المائدہ)

''اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو''۔

ارشاد ہوا :

(۱۰) یَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ . (سورۃ الاعراف)

''وہ اُن کو نیک کام کا حکم کرتا ہے اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور حلال کرتا ہے اُن کے لیے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں، اور اُتارتا ہے اُن پر اُن کے بوجھ اور وہ قیدیں جو اُن پر تھیں''۔

(۱۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا (سورۃ الاحزاب)

''اور کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کا کام نہیں کہ جب مقرر کر دے اللہ اور اُس کا رسول کوئی کام کہ اُن کو اپنے کام کا اختیار رہے اور جس نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ راہ سے کھلم کھلا بھٹک گیا''۔

اِن آیاتِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم، آپ کے ارشادات اور آپ کا فیصلہ ماننے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ

آپ کی پیروی بھی اور آپ کی تشریح وتفسیر بھی واجب العمل ہوگی اور یہ سب چیزیں سنت اور حدیث کہلاتی ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی متعدد طرق سے یہ روایت دی ہے :

کُنْتُ اَکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ اَسْمَعُہٗ مِن رَّسولِ اللّٰہِ ﷺ وَاُرِیْدُ حِفْظَہٗ فَنَھَتْنِیْ قُرَیْشٌ وَقَالُوا تکْتُبُ کُلَّ شَیْءٍ تَسْمَعُہٗ مِن رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَشَرٌ یَتکلَّمُ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ قَالَ فَاَمْسَکْتُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا خَرَجَ مِنْہُ اِلاَّ حَقٌّ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ. (المستدرک ص ۱۰۵ ج۱)

” میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سُنا کرتا تھا اور اُسے یاد کرنا چاہتا تھا وہ لکھ لیا کرتا تھا تو مجھے قریش کے حضرات نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات ہی لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ انسان ہیں خفگی اور خوشی میں بھی کلمات ارشاد فرماتے ہیں تو میں اِن کے کہنے پر لکھنے سے رُک گیا۔ پھر میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ” لکھتے رہو قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِس سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو حق ہو، اور آپ نے اپنے دست مبارک سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا“۔

یہ بالکل وہ ہی بات ہے جو قرآن پاک میں ارشاد ہوئی کہ : ” وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَاِلاَّ وَحْیٌ یُّوْحٰی “

خطیب بغدادیؒ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک خطبہ نقل فرمایا ہے، جو آپ نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر حاکم خیبر کی شکایت پر جو بڑا مکار وفریب کار تھا، ارشاد فرمایا جس کا ایک حصہ یہ ہے :

فَغَضِبَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ قُمْ فَارْکَبْ فَرَسَکَ فَنَادِ فِی النَّاسِ اَلاَ اِنَّ الْجَنَّۃَ لَا تَحِلُّ اِلاَّ لِمُؤْمِنٍ وَاَنِ اجْتَمِعُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ فَاجْتَمَعُوْا

فَصَلّٰی بِهِمُ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ :

بِحَسْبِ امْرِیٍٔ قَدْ شَبِعَ وَبَطِنَ وَهُوَ مُتَّکِیٌٔ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ لَا یَظُنُّ اَنَّ لِلّٰهِ حَرَاماً اِلَّا مَا فِی الْقُرْاٰنِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ قَدْ حَرَّمْتُ وَنَهَیْتُ وَوَعَظْتُ بِاَشْیَآءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَکْثَرَ لَا اُحِلُّ مِنَ السِّبَاعِ کُلَّ ذِیْ نَابٍ وَلَا الْحُمُرَا لْاَهْلِیَّةَ وَلَا اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا اَکْلَ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا اِذَا طَابُوْا بِهٖ نَفْسًا وَلَا ضَرْبَ نِسَآئِهِمْ اِذَا اَعْطُوا الَّذِیْ عَلَیْهِمْ. (کفایہ ص۹)

''نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو غصہ آیا آپ نے فرمایا اے ابن عوف! اُٹھو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر لوگوں میں اعلان کردو کہ خبردار!

جنت صرف مؤمن کے لیے ہے اور یہ اعلان کردو کہ نماز کے لیے جمع ہو جائیں چنانچہ مسلمان جمع ہو گئے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پڑھائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کی بربادی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ سیر ہو، اُس کا پیٹ بھرا ہو، فاخرانہ مزین سریر پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور یہ نہ سمجھتا ہو کہ اللہ کے نزدیک قرآن پاک میں ذکر کردہ محرمات کے سوا بھی محرمات ہیں جبکہ میں نے خدا کی قسم بہت سی چیزوں کے بارے میں حرمت کا حکم دیا ہے منع کیا ہے وعظ کہا ہے وہ بھی قرآن ہی کی طرح ہیں یا (تعداد میں) اُس سے بھی زیادہ۔ میں نے چوپایوں میں ہر ذی ناب کو اور پالتو گدھوں کو حلال نہیں قرار دیا اور نہ یہ جائز قرار دیتا ہوں کہ اہلِ کتاب کے گھروں میں بے اجازت لیے داخل ہو اور نہ ہی میں یہ جائز قرار دیتا ہوں کہ اُن کے مال کھاؤ سوائے اِس کے کہ وہ بخوشی دیں اور نہ ہی اُن کی عورتوں کو مارنا پیٹنا حلال قرار دیتا ہوں جبکہ وہ جو اُن کے اُوپر (جزیہ) لگایا گیا ہے دیتے ہیں''۔

خطیب بغدادیؒ نے اس کے قریب المعنی بہت سی روایات اور بھی دی ہیں۔ قرآن وسنت کے ربطِ باہمی کی کچھ اور مثالیں ملاحظہ ہوں :

(۱) قرآن پاک کی آیت میراث :

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ .... اِلٰی .... قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ

(پ ۴ رکوع ۱۳)

اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے......(اور پھر اولاد اور ماں باپ کی وراثت کے احکام ذکر فرمائے گئے ہیں)

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ یا اولاد اگر کافر بھی ہوں گے تب بھی ایک کی دوسرے کو میراث ملے گی۔ لیکن سنت نے بتلایا کہ اس آیت کا حکم اُن ہی ماں باپ اور اُن ہی بچوں کے لیے ہے جو مذہب میں ایک ہوں اگر مذہب ایک نہ ہوں گے تو یہ حکم نہ ہوگا اور اسی پر عمل چلا آرہا ہے۔

(۲) قرآن کریم میں ارشاد ہے :

فَلَا تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجاً غَیْرَہٗ . (پ ۲ رکوع ۱۳)

اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں ہیں تو اب اِس کے لیے وہ عورت حلال نہیں جب تک اُس کے سوا کسی خاوند سے نکاح نہ کرے۔

آیت سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ فقط نئے مرد سے نکاح کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائیگی لیکن سنت نے بتلایا کہ اس سے مراد عقد کے بعد تعلق زن وشوئی ہے اور اس کی تفسیر کے بارے میں حضرت رفاعہؓ کی اہلیہ کا واقعہ احادیث میں آتا ہے۔

(۳) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْآ اَیْدِیَھُمَا . (پ ۶ رکوع ۱۰)

''اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو''۔

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہر چور کے لیے ہے چاہے اُس نے چھوٹی سے چھوٹی چیز چرائی ہو۔ لیکن سنت نے بتلایا کہ اس سے مراد وہ چور ہے کہ جس کی چوری کی مالیت چوتھائی دینار ہو۔

حضرت عمران بن الحصینؓ سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کیا حدیثیں ہیں جو آپ لوگ ہم سے بیان کرتے

ہیں اور قرآن کو آپ لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم اور تمہارے جیسے لوگ سوائے قرآن کے اور کچھ نہ مانیں تو کہاں سے جانو گے کہ ظہر کی نماز میں رکعتوں کی تعداد کتنی ہے اور عصر کی کتنی ہے اور اس کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور مغرب کی نماز کیسے ہوتی ہے، عرفات میں قیام کیسے اور رمی جمار کس طرح ہوتی ہے اور چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا، گٹے سے یا کُہنی سے یا مونڈھے سے۔ پھر فرمایا :

اِتَّبِعُوْا حَدِیْثَنَا مَا حَدَّثْنَاکُمْ وَاِلاَّ وَاللّٰہِ ضَلَلْتُمْ (کفایہ ص ۱۶)

''ہم تمہیں جو حدیثیں سناتے ہیں اُن کی پیروی کرو، ورنہ خدا کی قسم تم گمراہ ہو جاؤ گے''۔

حضرت عمران بن الحصینؓ کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو رہا ہے کہ حدیث کا قرآن سے کس قدر اہم اور گہرا ربط ہے۔ بالکل اسی طرح تواتر کا بھی درجہ ہے۔ تواتر کا مطلب ہے کہ علماء اور عوام کی جماعت کسی بات کو شروع سے نقل کرتی چلی آرہی ہو۔ مثلاً قرآن پاک کی ہر ہر آیت اور ہر ہر قراءت کو شروع سے آج تک تمام علماء قراء اور حفاظ نقل کرتے چلے آرہے ہیں تو قرآن پاک کا قرآن ہونا تواتر کی قوت سے ثابت ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی چیزیں ہیں مثلاً نمازوں کے پانچ اوقات، اذان، تکبیر، نمازوں کی رکعات اور مثلاً ڈاڑھی کا ثبوت، قربانی، شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اور ختنہ وغیرہ کا ثبوت بھی تواتر سے ہے۔ اور ایسی تمام چیزوں کے خاص احکام ہیں مثلاً مسواک کے بارے میں کہا جائیگا کہ مسواک سنت ہے اور یہ جاننا کہ یہ سنت ہے یہ بھی مسنون ہے، اس سے ناواقفیت محرومی ہے اس کا ترک سبب عتاب ہے، اس کے مسنون ہونے کا عقیدہ رکھنا فرض ہے اور اس کی سُنّیت کا انکار کفر ہے کیونکہ یہ تواترِ عملی سے ثابت ہے۔ دین اسلام کے تمام عقائد وشعائر جو اہل سُنت والجماعت نے اپنا رکھے ہیں وہ صحابہ کرامؓ پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے ذریعہ ایک خاص تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں یہ ہی وہ طبقے ہیں کہ دین پر عمل کرنے کے لیے سب سے پہلے ان پر نظر ڈالنی ضروری ہوتی ہے کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جو عقائد وعلوم نبویہ کے حامل ہونے میں یکساں طور پر ذمہ داریاں اُٹھائے چلے آرہے ہیں، ان کی راہ سے ہٹنا گمراہی ہے۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِیْرًا . (سورۃ النساء)

''اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے جبکہ اِس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور چلے سب مسلمانوں

کے رستہ کے خلاف تو ہم اُسے وہ ہی طرف دے دیں گے جو اُس نے اختیار کی ہے اور ہم اُسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے''۔

اس لیے علماءِ صحابہ علماءِ تابعینؒ اور جو اُن کے بعد سے آج تک آرہے ہیں اُن کے گروہ کی پیروی باعث نجات ہے یہی گروہ سوادِ اعظم کہلاتا ہے یہی وہ گروہ ہے جسے فرقۂ ناجیہ قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے۔ مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (نجات پانے والا وہ ہی گروہ ہے جو اُس راہ پر ہو کہ) جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ ۔

نیز ارشاد فرمایا گیا :

لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ عَلَی الضَّلَالَۃِ اَبَداً وَقَالَ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ . (حاکم ، مستدرک ص ۱۱۵ ج ا عن ابن عمر و ابن عباس و انسؓ)

''اللہ تعالیٰ اِس اُمت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ (مدد) جماعت کے ساتھ ہے، اس لیے سوادِ اعظم کی پیروی کرتے رہو کیونکہ جو الگ ہوتا ہے وہ اکیلا جہنم کی طرف الگ کردیا جاتا ہے''۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اور دیگر صحابۂ کرامؓ روایت فرماتے ہیں :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ. (مستدرک ص ۱۱۷)

''نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا تو اُس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اُتار پھینکا''۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے جابیہ میں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حدیث نقل فرمائی جس میں ایک جملہ یہ ہے۔

فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ بُحْبُوْحَۃَ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَۃَ .(مستدرک ص ۱۱۴)

''تم میں سے جو بھی جنت کا اعلیٰ حصہ حاصل کرنا چاہتا ہو تو اُسے جماعت کے ساتھ رہنا چاہیے''۔

جماعت سے مراد جماعت صحابہؓ ہے اہل ِسنت والجماعت وہی لوگ ہیں جو سنت کو مانتے ہوں اور جماعت صحابہؓ کے پیروکار ہوں۔ جب صحابۂ کرامؓ اطرافِ عالم میں پھیلے تو اُن سے دین سیکھنے والے علماء بھی اِسی طرح پھیل گئے۔

صحابۂ کرام کی بڑی بڑی فہرستیں کہ کون کون صحابی کس کس مقام پر گئے اَور کتنی تعداد تھی، طبقات ابن سعد میں ہیں۔ لیکن حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معرفۃ علوم الحدیث میں مختصر فہرست صرف تین صفحات میں دی ہے۔ البتہ انہوں نے تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مشہور ائمہ ثقاۃ کی فہرست جو شرقاً غرباً معروف تھے خاصی طویل یکجا کردی ہے ان کے نام دہرانے تو اس مضمون میں ممکن نہیں اَلبتہ مقامات کے نام اَور یہ کتنی کتنی سطور میں ہے، ذکر کرتا ہوں۔

اہلِ مدینہ کی فہرست ۱۴ سطروں میں	اہلِ کوفہ کی فہرست ۲۷ سطروں میں
اہلِ مکہ کی فہرست ۶ سطروں میں	اہلِ جزیرہ کی فہرست ۱۰ سطروں میں
اہلِ مصر کی فہرست ۵ سطروں میں	اہلِ بصرہ کی فہرست ۲۲ سطروں میں
اہلِ شام کی فہرست ۲۰ سطروں میں	اہلِ واسط کی فہرست ۴ سطروں میں
اہلِ یمن کی فہرست ۹ سطروں میں	اہلِ خراسان کی فہرست ۱۹ سطروں میں
اہلِ یمامہ کی فہرست ۲ سطروں میں	

(معرفۃ علوم الحدیث از ص ۲۴۰ تا ۲۴۹)

یہ فہرست خیر القرون کے قرنِ ثانی اور قرنِ ثالث کے ائمہ معروفین پر مشتمل اور اسی دور میں مسائل وقضایا اور اصول فقہ وغیرہ سب مرتب ہوگئے اور پوری دُنیا میں پھیل گئے۔

ان ہی علماء اُمت کا عمل اہلِ اسلام کے نزدیک معتبر چلا آرہا ہے اور اِسی کا نام ''تعامل'' ہے۔ مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اہلِ مدینہ کا عمل بھی حدیثِ صحیح سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اہلِ مدینہ کے بارے میں صحابۂ کرام کی یہی رائے تھی کہ وہاں کے باشندوں کا عمل بہت بعد تک وہی رہا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اُن سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے اب تک آپ نے ہم میں کیا تبدیلی دیکھی ہے تو انہوں نے فرمایا۔

مَا اَنْکَرْتُ شَیْئاً اِلَّا اَنَّکُمْ لَا تُقِیْمُوْنَ الصُّفُوْفَ . (رواہ البخاری ص ۱۰۰)

''میں نے تم لوگوں میں کوئی چیز اجنبی اور نئی نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ تم صفیں صحیح طرح دُرست نہیں کرتے''۔

امام شافعیؒ بھی بعض جگہ ارشاد فرماتے ہیں :

ھٰکَذَا اَدْرَکْتُ بِبَلَدِنَا بِمَکَّۃَ .

''میں نے اپنے شہر مکہ میں اسی طرح لوگوں کو (علماء کو) کرتے دیکھا ہے''۔

صلاۃ خوف کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے :

وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ ....

''یعنی اے رسول ﷺ جب تم ان میں ہو تو اِس طرح صلاۃ خوف ادا کرو''۔

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلاۃ خوف ادا کرنے کا جو طریقہ قرآن کریم میں پانچویں پارہ میں بتلایا گیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا لیکن تعامل سلف سے معلوم ہوا کہ یہ حکم نبی کریم ﷺ کے سوا دوسروں کے لیے بھی ہے اور آپ کے بعد بھی قائم ہے۔

غرض عقائد واعمال اسلام کی بناء جس طرح قرآن پاک پر ہے اِسی طرح احادیث تواتر اور اجماع پر بھی ہے اور اِن سب کا آپس میں ربط قوی ہے اور ایک مسلمان کو یہ سب چیزیں ماننی ضروری ہیں۔ نیز تعاملِ علماء بھی اہم چیز ہے حتی کہ تَعَامُلِ عُلَمَآءِ بَلَدٌ (یعنی کسی علمی مرکزی شہر کے علماء سلف کا کسی چیز پر متفق ہو کر عمل کرنا) بھی بہت سے مسائل میں آئمہ سلف نے حجت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین۔

شخصیت و خدمات حضرت مولانا سید حامد میاںؒ

﴿ حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

۲۶ /جون ۲۰۰۵ء کو بانی جامعہ مدنیہ قدیم وجدید محدثِ کبیر حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور آپ کی دینی و ملی خدمات کے حوالہ سے جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں علمائے اُمت اور زعمائے ملت نے حضرت بانیِ جامعہ کی شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈالی۔ اِس موقع پر حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم مہتمم جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور نے مفصل خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو اس کی اہمیت کے پیش نظر نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ آئندہ شمارہ میں قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا خطاب پیش کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْد ! فَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ وَاِنَّا لَہٗ کَاتِبُوْنَ (القرآن) . مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃَ . (الحدیث)

بزرگانِ دین و برادرانِ محترم ! آج کے اس پروگرام میں حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور اُن کی شخصیت پر روشنی ڈالنے کے لیے ہم سب لوگ جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا یہ اجتماع بہت خاص مقصد کے لیے ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو وارثین ہیں علمائے حق اُن سے ہمارے بزرگوں کا اور ہماری موجودہ نسلوں کا جو تسلسل چلا آرہا ہے وہ تسلسل ہی اصل بنیاد ہے۔ اس تسلسل کی وجہ سے ہی ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے بارے میں خیر کی اُمید رکھتے ہیں کیونکہ ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہمارا تعلق اہلِ حق کے ساتھ ہے اور یہ اہلِ حق کا

سلسلہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاملتا ہے۔

ایک اہم اصول :

حدیث شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک اہم چیز کی طرف توجہ دلائی ہے اور بڑی اہم ہدایت فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اگر کسی کے طریقے پر چلنا چاہتے ہو، کسی کے عمل سے راہنمائی حاصل کرنی چاہتے ہو تو اُن لوگوں کے طریقے پر چلو جو دُنیا سے اِس حال میں چلے گئے کہ اُن کا عمل صالح تھا اُن کا علم نافع تھا اور اُن کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لوگ اِس قابل ہیں کہ اِن کی اتباع کی جائے۔ اس بات کی طرف انھوں نے راہنمائی فرمائی اس حدیث شریف میں۔ اور وجہ بتلائی کہ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃَ کیونکہ جب تک انسان زندہ ہے اُس پر فتنہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ خدانا خواستہ کب انسان بہک جائے اور گمراہ ہو جائے۔ گمراہی اور ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

خاتمہ کا اعتبار ہوتا ہے :

اور یہ آدمی ہدایت پر گیا یا گمراہی پر گیا اِس کا پتا خاتمہ کے وقت پتا چلتا ہے، اس سے پہلے نہیں چلتا۔ اَلْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْمِ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔ تو بہت نیک انسان بھی بہک سکتا ہے اور گمراہ ہو سکتا ہے اور بہت بُرا آدمی بھی موت سے پہلے پہلے صحیح ہو سکتا ہے ہدایت پر آسکتا ہے، کوئی گارنٹی جب تک انسان زندہ ہے نہیں دی جاسکتی سوائے نبیوں کے کہ اُن کے بارے میں اعتماد اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ جو کام کر رہے ہیں ٹھیک کر رہے ہیں اور اُن کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا اور اُن لوگوں کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے جن کے بارے میں نبیوں نے خبر دے دی ہے۔ اِس کے علاوہ کسی کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کوئی دعوٰی نہیں کر سکتے اِس کی جرأت نہیں کر سکتے۔ تو ہمارے بزرگوں کا جو طریقہ رہا ہے وہ کسی کی تعریف اور اس قسم کے پروگرام یہ تب ہی پسند کرتے ہیں اور ایسے ہی آدمی کے بارے میں پسند کرتے ہیں کہ جس پر فتنے کا دروازہ بند ہو چکا ہو۔ چنانچہ ہمارے اکابر کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تعریف پسند نہیں کرتے تھے اور اگر کسی کی زندگی میں تعریف کی جائے اور وہ خاموش رہے تو ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرتؒ نے اپنی تعریف میں نظم رُکوادی :

جب میں چھوٹا تھا اور حضرتؒ سفر کیا کرتے تھے پچیس تیس سال پہلے کی بات ہے تو ایک دفعہ خوشاب کی مسجد میں نظم پڑھی گئی جس میں حضرت کی تعریف تھی۔ حضرت موجود تھے اُس مجلس میں نہیں لیکن پاس کمرے میں موجود تھے جہاں جلسہ ہو رہا تھا۔ اُس کے قریب وہیں سے حضرت نے آدمی کو بھیجا کہ اس سے کہو کہ یہ بالکل حرام کام ہے اور اُسے منع کرو، آدمی بھیج کر فوراً رُکوادی نظم، اپنی تعریف پسند نہیں فرمائی۔

تو آج کل جو دور چل رہا ہے اس میں ہمارے حضرات بھی بعض دفعہ جذباتی ہو جاتے ہیں اور دعوٰی کر دیتے ہیں۔ تو میرا جو بیان ہوگا وہ حضرتؒ کی شخصیت پر ہوگا اور اِس بیان میں کوئی دعوٰی نہیں ہوگا کیونکہ دعوٰی نہیں کر سکتا انسان کسی کے بارے میں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کر سکتا ہے توقع کر سکتا ہے، دعوٰی کسی شخص کے بارے میں نہیں کر سکتا۔ دعوے سے صرف اُس شخص کے بارہ میں کہا جا سکتا ہے جس کے بارہ میں نبی نے خبر دے دی ہو جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بارے میں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ جنت میں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں دعوٰی سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ جنت میں ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ یا اِن کے علاوہ اور مُبَشَّرٌ بِالْجَنَّةِ جتنے حضرات ہیں دعوے سے کہہ سکتے ہیں اِس کے علاوہ کسی کے بارے میں نہ دعوٰی سے جنت کا کہہ سکتے ہیں نہ جہنم کا کہہ سکتے ہیں۔

ایک مجلس کا واقعہ :

ایک دفعہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا واقعہ ہے کہ بیٹھے تھے اور گفتگو ہو رہی تھی۔ گفتگو کے دوران ملکہ ترنم نور جہاں کا ذکر بھی آ گیا تو کسی نے جو اُس مجلس میں بیٹھے تھے، انھوں نے کہا وہ تو جہنمی ہے چھوڑو اِس کا ذکر۔ حضرتؒ کو ناگوار گزری اُن کی یہ بات۔ حضرتؒ نے فرمایا یہ تو دعوٰی کر دیا آپ نے اُس کے جہنمی ہونے کا، اِس کی تعلیمات نہیں آئیں۔ ٹھیک ہے وہ فاحشہ عورت ہے گانے گاتی ہے عیاش عورت ہے لیکن اس کے خاتمہ کا آپ کو کیسے پتا چل گیا کہ اُس کا خاتمہ ایسے ہوگا کہ وہ جہنم میں جائے گی۔ کسی کے بارہ میں دوزخ کا یا جنت کا دعوٰی کوئی کر ہی نہیں سکتا اور فرمایا کہ جو آدمی دعوے سے کسی کو جہنمی کہہ رہا ہے دوسرے لفظوں میں گویا وہ یوں کہہ رہا ہے

کہ میں جنتی ہوں ۔ اُسے اطمینان ہے کہ میں جنتی ہوں ۔تو جب اپنے بارے میں انسان دعوٰی نہیں کرسکتا تو دوسرے کے بارہ میں کیسے کرسکتا ہے۔ کیونکہ اپنے سے زیادہ انسان کسی کے بارے میں آگاہ نہیں ہوتا۔ بُرا ہے تب اپنے بارے میں خوب آگاہ ہے کہ میں بُرا ہوں، اچھا ہے تو بھی آگاہ ہوتا ہے کہ میں اچھے کام کرتا ہوں۔ بُرا ہونے کے باوجود اپنے بارہ میں یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ میں جہنمی ہوں اور اچھا ہونے کے باوجود یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ میں جنتی ہوں، تو پھر دوسرے کے بارے میں تو بالکل ہی نہیں کرسکتا۔ حضرتؒ نے اُن کو سختی سے ٹوکا، فرمایا کسی کا خاتمہ کس طرح ہوگا یہ نہیں معلوم ۔ کیا پتا خاتمہ کے وقت توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے اور معافی کرالے اللہ سے اور بڑے درجے مل جائیں اُسے، اِس لیے میری جو باتیں ہوں گی چند واقعات ہیں چند قصے ہیں حضرت رحمہ اللہ کے جن پر میں روشنی ڈالوں گا۔

حضرتؒ کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ آپؒ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث میں بھی مقام تھا، آپ محدث بھی تھے، آپ صوفی بھی تھے، آپ فقیہ بھی تھے اور آپ سیاستدان بھی تھے۔ بہت ساری چیزیں آپ میں جمع تھیں۔ تو سب سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف میں جو باطنی مقام ہے اُس کے سلسلہ میں میں کچھ چیزیں عرض کروں گا۔

حضرتؒ کا باطنی مقام اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی شہادت :

جس وقت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے والد صاحب بیعت ہوئے تھے اور ابھی خلافت نہیں ملی تھی، حضرت صرف اکیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے اور فارغ التحصیل ہوتے ہی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے تھے۔

سب سے کم عمری میں خلافت عطا ہوئی :

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک ایک سال یا چند ماہ کے بعد تقریباً تیرہ ماہ یا چودہ ماہ کے بعد خلافت دے دی تھی ۔ بائیس سال کی عمر تھی تقریباً کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہو گئے تھے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سو سے بھی زائد خلیفہ گزرے ہیں اُن میں سب سے کم عمر خلیفہ حضرتؒ کے یہی ہیں۔ بہت چھوٹی سی عمر میں حضرتؒ نے

خلافت دے دی تھی۔ تو ابھی خلافت نہیں ملی تھی فارغ ہو چکے تھے اور ذکر اذکار میں لگے ہوئے تھے کہ حضرتؒ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تو حالات سے اور اُن کی کیفیات اور احوال سے واقف تھے۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کو بحیثیت باپ کے تشویش تھی۔ کیونکہ آپ کی شادی بھی ہو چکی تھی، صاحب اولاد بھی تھے اس لیے بھی تشویش ہوئی قدرتی طور پر۔ حضرت دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا اور اُس میں یہ لکھا کہ یہ کوئی کام نہیں کر رہے اور فارغ ہیں اور تعلیم کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہو رہا، شکایت اس میں انھوں نے لکھی اِن کی۔ اس پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خط جو ہے یہ ایک سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ خط اُس وقت لکھا کہ جب حضرت والد صاحب کو حضرتؒ نے خلافت بھی نہیں دی تھی، خلافت ابھی عطا نہیں کی تھی، سلوک کے مراحل طے کر رہے تھے۔ تو وہ خط میں چاہتا ہوں کہ آپ کو پڑھ کر سنا دوں، مختصر سا خط ہے اور بہت تاریخی خط ہے جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی مقام پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مدنی رحمۃُ اللہ علیہ دادا جان کو لکھتے ہیں۔

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک

آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ مولانا عبدالحق صاحب کے ارادوں سے مجھے کوئی اطلاع نہیں ہے مگر میرا آپ پر سخت اعتراض ہے کہ آپ سال گزشتہ کے ایام کو موصوف کے لیے اضاعت کے ایام شمار کرتے ہیں۔

محترما! موصوف نے اس مدت میں سلوک میں نہایت بیش بہا ترقی کی ہے جو کہ لوگوں کو سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اگر وہ اسی رفتار پر رہا تو قریب ہے کہ اوس کو اوس معیار پر مجاز ہونے کا فخر حاصل ہو جائے جو کہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا تھا۔ شکر کیجیے کفرانِ نعمت سے باز آیئے۔ وہ اپنے باپ دادا سے بہت بڑھ گیا ہے۔ عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالی اگر کچھ دنوں فراغت اور دل جمعی سے مشاغلِ قلبیہ ورُوحیہ انجام دے دے تو مجھ کو قوی اُمید

ہے کہ وہ بہت اعلیٰ ترقی کرے گا اس لیے آپ جلد بازی اور اور اضطراب سے کام نہ لیں اوسکے اوقات ضائع نہیں ہورہے ہیں۔ اگر بالفرض اس شوال یا اس سال میں کوئی تعلیمی مرتبہ حاصل نہ ہو تو بلا سے۔ میں تو موجودہ حالت میں اوس کے لیے تعلیمی مشغلہ چند مہینوں کے لیے مضر سمجھتا ہوں۔ آپ جو کچھ اوس پر خرچ کر رہے ہیں اوس سے مت گھبرایئے، میرے خیال میں گزشتہ اخراجات سے اِس زمانہ کا خرچ بہت ہی بہتر اور مفید ہے۔

والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

بروز شنبہ ۱۹؍رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ

یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خط ہے جو انھوں نے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا اس میں وہ ان کو اپنے شیخ سے ملا رہے ہیں کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ میرے شیخ یعنی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فخر کو پالیں گے تو یہ حضرتؒ کے باطنی مقام کے بارے میں بہت بڑی شہادت ہے۔

اسی طرح حضرتؒ کا جو تعلق تھا، بہت سارے لوگوں سے تھا۔ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پرانا تعلق تھا حضرت کا۔ اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس تعلق کو بہت اچھی طرح نبھاتے تھے اور قدیم سے یہ تعلق چلا آرہا ہے۔ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی وہ تعلیم کا زمانہ تھا۔ جب حضرت مفتی صاحب دادا جان سے پڑھتے تھے تو کتابوں کی تصحیح وغیرہ کا کچھ کام فارغ وقت میں مفتی صاحب کو دادا جان رحمۃ اللہ علیہ دے دیا کرتے تھے۔ تو والد صاحبؒ نے بتلایا تھا مجھے کہ دادا جان نے حضرت مفتی صاحب کی ڈیوٹی لگادی تھی کہ ایک رسالہ ہے فارسی کا ''نادر'' اُس کا نام ہے کہ یہ تم فارغ وقت میں اِن کو پڑھا دیا کرو۔ تو وہ فرماتے تھے کہ وہ مجھے مفتی صاحب نے پڑھایا۔ میں اِن سے وہ رسالہ پڑھتا تھا۔ اس وقت حضرت مفتی صاحب بھی طالب علم تھے اور حضرت والد صاحبؒ بھی طالب علم تھے اس زمانے کی بات ہے۔ بہت پرانا تعلق تھا پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۵۲ء میں پاکستان تشریف لائے ہیں تو مفتی محمود صاحبؒ ملتان میں اس وقت تدریس کا مشغلہ شروع فرما چکے تھے ان کے علم میں آیا

کہ حضرت پاکستان تشریف لا چکے ہیں تو انھوں نے خط لکھا اُس وقت ۔اور وہ خط بھی بہت تاریخی اور بڑا عمدہ ہے۔ آج سے تقریباً ۶۵ یا ۷۰ سال پہلے کا خط [1] ہے، وہ بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کو سُنا دوں ۔اِس میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا خط حضرتؒ کے نام :

باسمہ تعالی

حامداً مصلیًا مسلمًا

الاعز الارشد الفاضل الجلیل ذا المجد الاثیل المولوی حامد میاں بورک فی درجاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ٗ مزاج گرامی خیریت طرفین مسئول

عرصہ ہوا ہے کہ احقر کو معلوم ہوا کہ آپ اپنے محبوب وطن ،والد محترم ودیگر اقارب واکابر کو خیر باد کہہ کر دیارِ پاک سے تشریف لاکر لاہور میں رونق افروز ہیں ۔اس حقیر کا فریضہ تھا کہ اطلاع پاتے ہی آپ کی خبر گیری کرتا اور اپنی حقیر خدمات سے آپ کی دل جوئی کرتا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مدرسہ اشرفیہ میں خدمتِ تدریس میں مصروف ہو چکے ہیں اس لیے کچھ اطمینان بھی ہوا ،اور یہ اطمینان اس کا باعث ہوا کہ سرعت سے عریضہ نہ پیش کر سکا ۔اب اس عریضہ سے احقر کا مقصد وحید یہ ہے کہ اس عاجز سے جس نوع کی خدمت متصور ہوسکتی ہے اُس میں کسی قسم کا دریغ ممکن نہیں ۔آپ یوں تصور کریں کہ یہاں پاکستان میں میرا ایک ایسا خادم بھی موجود ہے جس کی تمام طاقتیں آپ کی مملوکہ ہیں اور جو ہر مصیبت غم ودرد (اعاذنا اللہ) میں آپ کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے ۔عاجز کے قلب میں آپ کے لیے جو جگہ ہے اُس کی تعبیر قالب الفاظ میں ڈھل نہیں سکتی اور نہ قلم ایسے نقوش لکھنے پر قادر ہے جو مطابقۃً اس پر دلالت کرتے ہوں ۔حضرت الاستاذ جناب مولانا محمد میاں صاحب دامت برکاتہم کے الطاف وعنایات اس حقیر پر اتنے ہیں جن کا واجبی تقاضا ہے کہ

---

[1] نہیں بلکہ ۵۳ برس پہلے کی بات ہے۔

میں بلا چوں چرا اپنے کو آپ کے لیے وقف کر دوں میرے عریضہ کو تصنع اور عرفی تحریروں سے کوسوں دُور سمجھیے۔ نہایت سادہ الفاظ میں پھر آپ سے استدعا کروں گا کہ جو بھی احقر کے لائق خدمت ہو سکے بلا تکلف احقر کو لکھیں حسب الاستطاعت اس اہم فریضہ کے ادا کرنے کو فخر سمجھوں گا۔ ابھی پرسوں حضرت الاستاذ مدظلہم کا والا نامہ موصول ہوا تھا۔ محبت آمیز الفاظ سے احقر کو نوازا گیا تھا۔ بالکل عافیت سے ہیں، الحمد للہ۔

....

....

دعواتِ صالحہ میں اس حقیر کو فراموش نہ فرمائیں۔ غائبانہ دعوت کی اجابت سریع ہوتی ہے **المقاصد قاصية وان هذا العبد الحقير الضعيف كلٌّ لا يقدر على شيئ الا بفضل الله جل مجده دمتم وفزتم بمارُمتم .**

والسلام

(مفتی) محمود ڈیروی عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۱ر جمادی الاولی ۷۲ر ہجری

یہ حضرت مفتی صاحبؒ کا خط ہے جس سے حضرت کا تعلق اوران کی پرانی وابستگی پر روشنی پڑتی ہے تو حضرت کا باطنی مقام بہت بلند تھا۔ تصوف میں حضرت رحمۃ اللہ کے خلفاء بھی ہیں تقریباً دس خلفاء ہیں جن میں سے اس وقت دو بقید حیات ہیں باقی دُنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں۔

امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کا حضرتؒ کے بارے میں ارشاد :

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ عقیدت اور تعلق تھا۔ بہت محبت فرماتے تھے حالانکہ وہ حضرتؒ سے عمر میں بہت بڑے تھے۔ لیکن مجھے حکیم علی احمد صاحب ہیں جو ہر آباد میں اُن کا دواخانہ مقدونیہ ہے، معلوم نہیں اب وہ کس حال میں ہیں، پچھلے دنوں سنا تھا کہ بیمار ہیں۔ انھوں نے خود فرمایا کہ ایک دفعہ میں شیرانوالہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ ''اگر کسی نے زندہ پیر سے ملنا ہو تو جامعہ مدنیہ جا کر مولانا حامد میاں صاحب کی زیارت کرے''۔ تو حضرتؒ سے ایک دفعہ میں نے خود پوچھا، کچھ کتابیں پڑھیں میں نے اس میں کشف کے واقعات پڑھے، طالب علمی کا زمانہ تھا تو میں نے پوچھا، حضرت آپ کو کشف ہوتا ہے کشف القبور ہوتا ہے تو فرمانے لگے کہ کشفِ قبور تو بہت ہوتا تھا اتنا ہوتا تھا کہ میں تنگ آگیا، خدا کا شکر ہے کہ ختم ہوگیا۔ کشف کو عام طور سے ہمارے ہاں بہت اہمیت دی جاتی ہے لیکن ہمارے بزرگ اور اسلاف کشف کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے وہ کسی اور چیز کو اہمیت دیتے تھے۔ اہمیت کی چیز تو اصل میں اللہ کا قرب اور اُس کی خوشنودی ہے کہ وہ حاصل ہو، کشف و کرامات مقصود نہیں ہوتے انھیں اہمیت نہیں دی جاتی۔ ایک درجہ میں ان کا درجہ ہے لیکن یہی سب کچھ نہیں ہے تو اس کو اہمیت نہیں دیتے ہمارے بزرگ۔

روضۂ رسول ﷺ سے جواب اور عالم کشف میں بشارت :

تو اس طرح کا ایک واقعہ ہے ایک دفعہ ایک صاحب بہت پرانی بات ہے حج پر تشریف لے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ جب آپ جائیں تو میرا روضہ اقدس پر سلام پیش کیجیے گا۔ غالبًا یہ لاہور میں غلام دستگیر صاحب جو ہیں اُن کے وہ عزیز تھے، تو وہ کہتے ہیں کہ میں جب گیا اور میں نے روضہ اقدس پر جا کر سلام پیش کیا تو اس پر میں نے حضرت کے بارے میں جواب سُنا کہ ''اچھا بچہ ہے''۔ تو یہ ایک بہت بڑی بشارت تھی جو روضۂ اقدس سے نصیب ہوئی۔ اور ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں پہلے حج میں گیا تھا تو وہاں روضہ اقدس کے پاس بیٹھ کر جب میں ذکر کرتا رہتا تھا خاموشی سے، تو ذکر کے دوران حالتِ بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَنَا اُعَلِّمُکَ کُلَّ شَیْئٍ میں تمہیں سب کچھ سکھلا دوں گا۔

ہندوستان سے افغانستان کے لیے روانگی :

حضرتؒ جب پاکستان تشریف لائے ہیں یہ ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے تو ہندوستان سے حضرتؒ اس لیے تشریف لائے تھے کہ افغانستان جاؤں گا مقصد افغانستان جانا تھا اور وہاں پر حضرت نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو ہمارے چشتی سلسلے کے بزرگ ہیں بہت بڑے، تقریباً تیرہویں یا چودھویں نمبر پر آتے ہیں۔ ان سے حضرتؒ کو رُوحانی مناسبت تھی رُوحانی تعلق تھا۔ اس رُوحانی مناسبت کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں بلخ میں جا کر رہوں۔ اس زمانے میں کھوکھراپار سندھ کے راستے بارڈر کھلا ہوا تھا وہاں سے آنا جانا ہوتا تھا تو تشریف لائے اور پشاور کی ٹرین میں بیٹھ گئے تو صبح کو ٹرین نے لاہور رُکنا تھا اور آگے پشاور جانا تھا۔

غیبی اشارہ اور لاہور میں نزول :

تو فرماتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب دیکھا اور خواب میں یہ سُنا کہ مجھے کسی نے کہا ہے کہ لاہور میں ایسے اُترو جیسے حضرت حاجی صاحب ؒحضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا۔ تو فرماتے ہیں کہ بس اس خواب کی وجہ سے میں لاہور میں بغیر پروگرام کے اُتر گیا۔ اور پھر لاہور میں اُتر کر حضرتؒ نے کام شروع کیا۔ فرماتے ہیں کہ اُس کے تھوڑے عرصہ بعد والد صاحب ؒ کا بھی خط آگیا۔ انھوں نے بھی فرمایا کہ تم لاہور میں ہی ٹھہرے رہو، افغانستان جا کر کیا کروگے، بادشاہت ہے کام نہیں کرسکوگے۔ لہٰذا میں یہیں پر رُک گیا اور وہ ابتدائی دور تھا اور یہاں بہت مخالفت تھی، اس زمانے میں مسلم لیگ کا جوش تھا اور حضرتؒ کا تعلق حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا تو یہاں بہت ناموافق تھے حالات، اُن ناموافق حالات میں کام کرنا بہت مشکل تھا لہٰذا اُس زمانے کے جو لوگ ہیں وہ ہمیں بتلاتے ہیں کہ حضرتؒ نے بڑی مشکلات اُٹھائیں اور بہت مشکلات میں کام شروع کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے کام لے لیا اُن سے۔

مثالی درس گاہ ..... افراد کی تیاری ..... پُر امن انقلاب :

اور اُن کا مقصد یہ تھا جو شروع سے فرماتے تھے کہ میں اتنا بڑا مدرسہ بنانا چاہتا ہوں کہ جس میں ہر سال تقریباً ایک ہزار طلباء فارغ ہو جائیں اور فرماتے تھے کہ اگر ایک ہزار طلباء ہر سال فارغ ہوں تو سو سال بعد کتنے علماء پیدا ہو جائیں گے۔ بہت انقلابی بہت دُور کی سوچ تھی بہت لمبی۔ اتنی تو زندگی بھی نہیں ہوتی انسان کی۔ فرماتے تھے کہ اس سے خطہ میں پائیدار اور خاموش انقلاب آجائے گا۔ جب اتنی کثیر تعداد میں علماء پیدا ہوں گے تو اِس سے علاقہ میں انقلاب آئے گا۔ چنانچہ اِسی مقصد کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کام شروع کیا کیونکہ شہر میں جگہ کھلی نہیں تھی، بڑا مدرسہ بنانا چاہتے تھے۔ یہاں (کریم پارک میں) جب تشریف لائے ۱۹۶۴ء/ ۱۹۶۵ء میں، تو جگہ بہت تھی لیکن پیسے نہیں تھے جس سے جگہ خرید سکیں آہستہ آہستہ آبادی ہوگئی، جگہ نہیں رہی۔

رائیونڈ روڈ پر درسگاہ اور خانقاہ :

حضرتؒ کی وہ خواہش زندہ تھی پھر باہر جگہ ڈھونڈنی شروع کی۔ ۱۹۸۰ء کے قریب رائیونڈ روڈ لاہور پر جگہ پسند فرمائی اور وہاں بہت بڑا رقبہ خریدا تقریباً ایک مربع کے قریب جگہ خریدی، اس مقصد کے لیے کہ اتنا بڑا مدرسہ ہو

کہ جس میں چار پانچ ہزار تعداد میں طلباء رہ سکیں اور اس سے خطہ میں ایک پائیدار انقلاب ہو، چاہے پچاس سال بعد ہو سو سال بعد ہو جب بھی ہو اِس سے پائیدار انقلاب آجائے گا۔ اس مقصد کے لیے حضرتؒ نے یہ کام شروع فرمایا تو اللہ پر جو بھروسہ اور توکل تھا اس کی بدولت حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سوچتے تھے۔

حضرتؒ نے ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اِسی ارادے کا ذکر فرمایا۔ مفتی صاحب کی وفات سے شاید ایک دو سال پہلے کی بات ہے، ۱۹۸۰ء میں تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی تھی، میں موجود تھا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں ایسا مدرسہ بنانا چاہتا ہوں جو ایسا ہو اور اتنا بڑا ہو تو مفتی صاحبؒ بہت خوش بھی ہوئے اور حیران بھی ہوئے، پھر فرمانے لگے کہ اتنا بڑا مدرسہ تو حکومت بنا سکتی ہے کیونکہ حکومتوں کا کام ہے کہ وہ ایسا بڑا مدرسہ بنائیں۔ تو حضرتؒ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر مفتی صاحبؒ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ تو یہ اللہ کے بھروسہ پر شروع ہوا ہے۔ بظاہر تو ابھی تک حالات ایسے نہیں ہیں کہ ہم سمجھیں کہ یہ ہوگا لیکن اللہ کی ذات سے ہمیں اُمید ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا اور وہ دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے جو مقاصد تھے جس قسم کا حضرت کا مقصد تھا وہ مقصد اور اُس سے بھی بڑھ کر انشاء اللہ مقاصد حاصل ہوں گے اور کامیابی نصیب ہوگی۔

حضرتؒ کا توکل علی اللہ :

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا توکل جو ہے اُس کے بارے میں ایک واقعہ یاد آیا ہے، ہمارے قاری غلام سرور صاحب ہیں جو حضرتؒ کے پرانے خادم ہیں ماشاء اللہ بقید حیات ہیں، وہ اُس وقت سے ہیں جب ہم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ شروع شروع کی بات ہے حضرتؒ کی مالی حیثیت بھی کچھ نہیں تھی۔ بہت تھوڑی تھی تو جو پیسے ہوتے تھے خرچ ہو جاتے تھے۔ تو میں نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت آپ کچھ پیسے اگر بچا لیا کریں تو کام آجائیں گے کسی وقت۔ تو فرمانے لگے کہ میں پیسے بچاؤں اور پھر اللہ سے کہوں کہ اے اللہ اب مجھ پر مصیبت بھیج میں نے پیسے جمع کر لیے ہیں۔ میں اللہ سے یہ ہی کیوں نہ کہوں کہ مجھے عافیت عطا فرما اور مصیبت سے بچا۔ تو یہ ارشاد فرمایا کہ میں پیسے جمع نہیں کرتا اور پیسے پر ہمارے بزرگوں کی تو نگاہ ہوتی بھی نہیں اور عموماً جتنے ہمارے اسلاف اور بزرگ گزرے ہیں مالی حیثیت اُن کی کچھ نہیں ہوتی وہ لگتے مالدار ہیں۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ اگر میں قسم بھی کھا لوں اور یہ کہوں کہ میں غریب ہوں تو لوگ یہ کہیں گے کہ اِس کی قسم کی جھوٹی ہے یہ مالدار ہے غریب نہیں

ہے، کیونکہ دیکھنے میں مالدار لگتے ہیں اور بے نیاز رہتے ہیں نہ کسی سے سوال کرتے ہیں نہ ہاتھ پھیلاتے ہیں نہ اپنی حاجت بیان کرتے ہیں وہ اپنا معاملہ اللہ سے رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے پوچھا حضرتؒ سے کہ آپ نے کبھی زکوٰۃ دی ہے۔ فرمانے لگے مجھ پر آج تک زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی میں ہمیشہ مقروض رہتا ہوں۔ دُنیا سے جب تشریف لے گئے تو مقروض گئے اپنی دوا بھی قرض سے لیتے تھے۔ میری یہ بات کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں کوئی اپنے حالات بیان کر رہا ہوں۔ الحمدللہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، ہم تو مقروض بھی نہیں ہیں وہ تو مقروض تھے مجھ پر کوئی قرض نہیں ہے اللہ کا شکر ہے۔ تو یہ اُن کا توکل تھا فرماتے تھے کہ قسم بھی کھاؤں تو لوگ نہیں مانیں گے لیکن وہ رہتے اس حالت میں تھے جیسے بے نیاز ہوں۔

حضرتؒ کا اتباعِ سنت اور تواضع :

اور تمام معاملات میں اتباعِ سنت یہ ہمارے بزرگوں کا شیوا رہا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ تھا کہ اتباعِ سنت تمام معاملات میں رکھتے تھے۔ اُن کے اُٹھنے میں بیٹھنے میں کھانے میں پینے میں اتباعِ سنت ہوتی تھی۔ مہمان کا خیال رکھتے تھے، اگر دسترخوان پر پچاس آدمی کھانا کھا رہے ہیں تو سب سے آخر میں کھانے سے فارغ ہونے والے وہ خود ہوتے تھے۔ آخری لقمہ اُن کا ہوتا تھا حالانکہ اُن کی خوراک جو تھی وہ روٹی نہیں تھی وہ بیمار تھے روٹی کھا ہی نہیں سکتے تھے، روٹی ہضم ہی نہیں ہوتی تھی، یہ ڈبل روٹی کے جو پیس ہوتے ہیں یہ کھاتے تھے اور ایک وقت میں چار ٹوسٹ بس۔ چار سے زیادہ نہیں ہوتے تھے تین یا چار۔ تو تین چار ٹوسٹ تو روٹی کے پانچ چھ لقمے بنتے ہیں تو ان ٹوسٹوں کو کھانا اتنے دیر کہ چالیس پچاس بیس پچیس جتنے مہمان ہیں یہ فارغ ہوں چھوٹا لقمہ کرکے، یہ تو ایک ریاضت ہے بڑی مشکل ہوتی ہوگی لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ کھانے سے پہلے فارغ ہو گئے ہوں۔ دیکھنے والے کو یوں لگتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ سب سے زیادہ انہوں نے ہی کھایا ہے حالانکہ سب سے کم وہ کھاتے تھے، خوراک ہی تھوڑی تھی ان کی۔ تو یہ اتباعِ سنت جو ہے اس کی تعلیم بھی دیتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے اوصاف اور بھی عطا فرمائے تھے۔ اپنے لیے اکراماً کھڑا ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب ہمارا دورہ حدیث شروع ہوا اور ہم دورے کے سبق میں بیٹھے تھے تو حضرت جب تشریف لائے تو ہم کھڑے ہوگئے حضرتؒ نے ناگواری ظاہر کی۔ اُن کی ناگواری کی وجہ سے پھر جب دوبارہ آتے تھے تو ہم بیٹھے رہتے تھے، جرأت نہیں ہوتی تھی ڈر کے مارے کسی کو کھڑا ہونے کی۔ اپنا جوتا کسی کو اُٹھوانا پسند ہی نہیں کرتے

تھے۔ اُن کا جوتا تو بہت کم کوئی اُٹھاتا تھا ڈرتے ڈرتے ،اُن کی عادت ایسی تھی کہ جوتا اُٹھاتے ہوئے ڈرتا تھا آدمی۔ بس ہم تو اُٹھالیتے تھے، ہم سے اُٹھوا لیتے تھے اپنے بچوں سے لیکن اِس کے علاوہ کسی سے چاہے شاگرد ہو طالب علم ہو کچھ ہو، اپنے جوتے کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ اپنا جوتا خود اُٹھاتے تھے خود رکھتے تھے، یہ چیزیں بہت اہم ہیں بظاہر چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن اگر انسان اس پر عمل کرے تو اُس کو بہت بڑا مقام اللہ کے ہاں دے دیتی ہیں یہ چیزیں۔ اپنا احتساب ہے یہ اپنا محاسبہ ہے۔

بخاری شریف اورانوارات :

میں نے ایک دفعہ حضرتؒ سے پوچھا کہ آپ جب بخاری شریف پڑھاتے ہیں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کبھی کبھی آپ کا خیال کہیں اور ہوتا ہے، تو کیا آپ مراقب رہتے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں میں کوشش کرتا ہوں کہ مراقب رہوں۔ اور جب بخاری شریف کے آخری دن آتے تھے جن میں وہ ظہر بعد بھی عصر بعد بھی مغرب بعد بھی عشاء بعد بھی اور رات کے بارہ ایک بجے تک بخاری شریف پڑھاتے تھے تو اُن دنوں میں اُن کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا وہ ایسے ہوتا تھا جیسے اس میں ٹیوب کی روشنی جل رہی ہو ایسے چمکتا تھا چہرہ۔ حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہم بھی فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں میں حضرت بخاری شریف پڑھاتے ہیں تو حضرت کا چہرہ بدل جاتا ہے۔ ایک صاحب آئے عرب عالم تھے تبلیغی جماعت میں یہاں آئے تو حضرت جو سامنے کمرہ ہے اُس میں بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ رات کو دیر تک پڑھاتے تھے گیارہ بارہ بجے تک ،تو وہ آئے اور دیکھا انھوں نے باہر ہی سے دیکھا، غالبًا مجھے یہ بات قاری عثمان صاحب نے بتائی ہے مجھے صحیح یاد نہیں ہے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ صاحب دیکھ کر آئے وہ عرب تھے، کہنے لگے كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اِمَامْ مَالِكٌ مجھے ایسے لگا جیسے میں امام مالکؒ کو دیکھ رہا ہوں یہ عرب کے لوگ جو ہیں مصر وغیرہ کے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ اُن کے حالات سے آگاہ ہیں اُن کی مجلس کا حال سُنا ہوگا تو اُسے جو رونق نظر آئی اُس مجلس کی اُس نے اُس کا اظہار اِن الفاظ میں کیا۔

مریدین کی اصلاح وتربیت :

حضرتؒ تربیت بھی خوب فرماتے تھے۔ حضرتؒ کے پاس ایک صاحب آئے اور انھوں نے آکر کہا کہ میرا دل چاہتا کہ مرجاؤں اور زندہ نہ رہوں وہ اس حالت پر پہنچے ہوئے تھے اور انھوں نے یہ آیت پڑھی کہ بس یہ

آیت جو ہے یہی میرا حال ہو رہا ہے۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ [1] تو میں موجود تھا حضرت نے ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا فوراً دوسری آیت پڑھ دی فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا [2] انھوں نے قرآن کی آیت پڑھی حضرتؒ نے فوراً قرآن کی آیت ہی سے اُسے جواب دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میری حالت میں تغیر آ گیا اور میری حالت کچھ کی کچھ ہوگئی تو حضرتؒ صاحبِ ارشاد بزرگ اور مربی تھے۔

ہر شب شبِ قدر ہے :

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ہر شب شبِ قدر ہے بس دل زندہ ہونا چاہیے۔ اگر دل زندہ ہو تو ہر شب شبِ قدر ہے اور حضرتؒ تو تمام رات جاگتے تھے صبح کو فجر کے بعد سوتے تھے، رات کو مطالعہ ہے ملاقاتیں ہیں خطوط ہیں ذکر ہے مراقبہ ہے اِس میں اُن کی تمام رات گزر جاتی تھی۔

اجلاس جمعیت.......گناہ کے کام پر استغفار :

ایک صاحب نے فرمایا مجھے یہ واقعہ سنایا، میں تو اُن کو نہیں جانتا۔ جب حضرتؒ جمعیت کے امیر تھے تو جمعیت کی رکنیت سازی کا عمل شروع ہوا اُن دِنوں یہیں پر میٹنگ ہو رہی تھی کمرے میں، کیونکہ حضرت تو جاتے نہیں تھے تو میٹنگ یہیں ہوتی تھی تو میں خود تو اُس مجلس میں نہیں تھا میں نے نہیں سُنا لیکن مجھے کسی نے سنائی ہے یہ بات۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب غالباً ہوں گے اُس مجلس میں، تو جب رکنیت سازی شروع ہوئی تو چونکہ وہ امیر تھے تو سب سے پہلا فارم انھوں نے رکنیت کا پُر کیا اور دستخط فرمائے تو اُسی وقت کیمرہ مین نے تصویر کھینچی کیونکہ اخبار والے پہنچے ہوتے ہیں، یہ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں تو اُس نے تصویر کھینچی، حضرتؒ پر روشنی پڑی تو حضرتؒ نے قلم رکھ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ ہی (یعنی ابتدا ہی) میں گناہ شروع ہو گیا نیک کام کی بسم اللہ ہوئی اور ساتھ ہی گناہ کا عمل شروع ہو گیا تصویر کھینچی گئی۔ حضرتؒ نے قلم رکھا اور فرمایا استغفار کریں۔ اُس وقت تمام بزرگ موجود تھے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی صاحبؒ اور تمام بزرگ سب نے ہی استغفار کیا تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھنا یہ ہمارے بزرگوں کی شان رہی ہے۔

---

[1] سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۵ [2] سورۃ الکھف آیت نمبر ۱۱۰

ہدیہ میں احتیاط :

اسی طرح ہدیہ لینے کے معاملے میں بھی حضرتؒ بہت محتاط تھے۔لوگ تو آج کل یہ سمجھتے ہیں کہ علماء ہدیہ لیتے رہتے ہیں یہ بات غلط ہے علماء ہدیہ نہیں لیتے علماء ہدیہ دیتے رہتے ہیں عالم صحیح ہو بشرطیکہ۔ اگر صحیح عالم ہے متبع سنت ہے تو وہ ہدیہ لیتا ہے تو دیتا بھی ہے۔ ہدیہ لینے کے معاملے میں بہت محتاط تھے ہر کسی سے نہیں لیتے تھے اور تھوڑا ہدیہ خوشی سے قبول کرتے تھے۔ کئی دفعہ ایسے ہوا، کہ ہدیہ دیا اور آپ کو پتا تھا کہ یہ غریب ہے تنخواہ دار آدمی ہے تو مجھے فرمایا کہ اس میں سے بیس روپے رکھ لو اور باقی اسیّ روپے انھیں واپس دے دو۔ اور انھیں کہا کہ آپ تنخواہ دار غریب آدمی ہیں اس لیے جب اللہ آپ کو بہت پیسے دے گا تو میں سو روپے بھی رکھ لوں گا ابھی میں نے بیس روپے قبول کر لیے آپ کے، باقی واپس کر دیئے، تو یہ بوجھ پسند نہیں کرتے تھے رد بھی نہیں کرتے تھے، فرماتے تھے سارے واپس کروں گا تو اس کا دل دُکھے گا سمجھے گا شاید تھوڑے سمجھ کر واپس کر دیئے۔ تو کچھ رکھ کر باقی واپس کر دیئے۔

حقوق میں کوتاہی پر مرید کی سرزنش :

ایک دفعہ ایک صاحب آئے وہ یہیں حضرتؒ کی خدمت میں رہتے تھے اور کام کرتے رہتے تھے۔ تھے بہت مالدار کسی زمانے میں، غریب ہو گئے حالات پلٹ گئے تو بچے جو تھے اُن کے اُن پر فقر و فاقہ تھا۔ لاہور سے باہر رہتے تھے یہاں آجاتے تھے حضرتؒ کے پاس اور پھر حضرت کی خدمت کر رہے ہیں اِدھر صفائی کر رہے ہیں اُدھر جھاڑو پونچھ کر رہے ہیں۔ حضرتؒ انھیں بھیج دیا کرتے تھے کہ نہیں جاؤ بچوں کے لیے وہاں کماؤ اور بچوں کو کھلاؤ۔ دو چار دفعہ کہا وہ پھر آگئے۔ مجھے یاد ہے اِسی کمرہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دفعہ اُن کو ایسا ڈانٹا اور فرمایا ظلم کرتے ہو اپنی اولاد پر اور اپنے ظلم میں مجھے شریک کرتے ہو، ابھی نکل جاؤ یہاں سے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہا کہ حضرت تھوڑی دیر کی اجازت دے دیں شام تک کے لیے۔ فرمایا ایک لمحہ کی اجازت نہیں دوں گا۔ حرام کام کرتے ہو، تمہارے بچے بھوکے فاقہ سے ہیں تمہاری بیوی جو ہے وہ بھوکی بیٹھی ہوئی ہے اور تم یہاں آکر میرے پاس کام کر رہے ہو، مجھے اپنے گناہ میں شریک کرتے ہو، ابھی نکل جاؤ اور میں آئندہ تمھیں یہاں نہ دیکھوں۔ جاؤ اور جا کر کام کرو محنت کرو چنانچہ ان کو اپنے سامنے گیٹ سے باہر نکالا، کہنے لگے آئندہ یہاں مت آنا جب تک تمہارے حالات ٹھیک نہ ہو جائیں اور بیوی بچوں کے اخراجات نہ پورے کرنے لگو یہاں میرے پاس مت آنا، تو اِن چیزوں پر بھی نظر رکھتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور بہت ساری حضرت کی خوبیوں ہیں۔ اس سارے وقت میں

میں آپ کو ساری چیزیں تو نہیں بتلا سکتا۔

واشنگ ویئر اور کے ٹی کا کپڑا ناپسند فرماتے تھے :

ایک دفعہ کی بات اور یاد آئی یہ لطیفہ کے طور پر ہے کوئی مسئلہ کے طور پر نہیں ہے ایک لطافت کی بات ہے ظرافت کی۔ یہ جو کپڑے پہن لیتے ہیں آج کل، واشنگ ویئر چل رہا ہے کے ٹی وغیرہ اس کو ناپسند فرماتے تھے۔ ہمارے گھر میں عورتوں کو بھی کہتے تھے کہ تم مت پہنو۔ فرماتے تھے کہ یہ جو کپڑا ہے جب اِسے آگ لگتی ہے تو یہ جسم سے چپکتا ہے پیٹرولیم سے بنا ہوا ہے یہ، تو تم باورچی خانہ میں کام کرتی ہو دوسرا سوتی کپڑا ہو اُسے اگر آگ لگے تو انسان اُتار کر پھینک دیتا ہے وہ تو جدا ہو جاتا ہے اور یہ چپک جاتا ہے، تو یہ خطرناک ہے یہ نہ پہنو۔ اور خود بھی نہیں پہنتے تھے واشنگ وئیر اور فرماتے تھے کہ ایک طرح کا دیکھا جائے تو یہ جہنمیوں کے لباس سے مشابہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے "سَرَا بِيْلُهُمْ مِنْ قَطِرَ انٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْ هَهُمُ النَّارُ" اُن کے کُرتے جو ہوں گے وہ گندھک کے ہوں گے۔ گندھک آتشی مادہ ہے پٹرولیم ہے۔ جہنمیوں کا لباس گندھک کا ہوگا اور چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی۔ فرماتے تھے کہ یہ اُس کے مشابہ ہے اس لیے یہ مجھے بہت ناپسند ہے، تو پسند نہیں کرتے تھے، خالص سوتی کپڑا پہنتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ گھر والے بھی سب سوتی کپڑا پہنیں تو یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ اس کو نہ پہنیں یا یہ حرام ہے، بس یہ حضرتؒ کی طبیعت تھی۔

طلباء اور سیاست :

سیاستدان بھی تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔ لیکن ایک بات تھی کہ طالب علم کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سیاست بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ حالانکہ جمعیت علمائے اسلام کے امیر تھے سیاست میں رہے، سیاست کی انھوں نے، اس سے پہلے فکری سیاست تھی عملاً نہیں آئے لیکن جمعیت پر حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد ایک بحران آیا بہت بڑا۔ ایسا بحران آیا کہ اِس سے پہلے کبھی آیا نہیں تھا۔ اس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کی سرپرستی فرمائی اور کام میں حصہ لیا، اِس کے بعد آپ کو امیر بنایا گیا لیکن اس کے باوجود طالب علم کے لیے کہتے تھے کہ سیاست نہ کرنا۔ جب تک طالب علم ہو سیاست نہ کرو۔ فارغ ہونے کے بعد جب تم پڑھ چکو تو پھر چاہے تم سیاستدان بنو چاہے تم تاجر بنو چاہے تم مصنف بنو چاہے مبلغ بنو جو دل چاہے بنو لیکن جب تک طالب علم ہو سیاست نہ کرو۔ سیاست کرنے کی طالب علم کو اجازت نہیں دیتے تھے۔

ایک مدرس کو تنبیہ :

اور ایک دفعہ ایک مدرس تھے یہیں کے دُنیا سے رخصت ہو گئے میرے بھی اُستاد تھے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے تو انھوں نے سیاست پر تبصرہ کیا اپنے سبق میں، سیاسی گفتگو کی، حضرتؒ نے ان کو طلب فرمایا اور بہت خفا ہوئے ڈانٹا فرمانے لگے کہ آپ یہاں طلباء سے سیاسی گفتگو کرتے ہیں پھر فرمایا کبھی میں نے بھی سبق میں سیاست پر بات کی ہے جو آپ کرتے ہیں۔ بالکل نہیں کرنے دیتے تھے ایسی چیزوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔

سیاسی موقف میں پختگی اور قرآن سے دلیل :

لیکن جہاں موقف اور نظریہ اور حق کا معاملہ آیا وہاں آپ نے پروا نہیں کی وہاں مشکلات بھی جھیلیں۔ جب مفتی صاحب کے بعد ایم آر ڈی کا مسئلہ تھا اُس مسئلہ پر تو جمعیت علماء کو بہت بُرا بھلا کہا گیا اور بڑا اظہارِ نفرت کیا گیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اُن کے اُس نظریہ سے اتفاق کریں، ہوسکتا ہے اکثر ایسے ہوں جو اتفاق نہ کرتے ہوں۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ جو کام کرتے تھے وہ اخلاص اور للّٰہیت کی بنیاد پر کرتے تھے اور اُن کے پاس اُس کی ایک دلیل ہوتی تھی، بلا دلیل نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ایک مدرس ہیں وہ بھی مخالف تھے اُن دنوں میں، حضرتؒ کے شاگرد تھے لیکن حضرتؒ کے شاگرد ہونے کے باوجود سیاست میں اُس وقت مخالف تھے۔ تو انھوں نے حضرتؒ سے ایک دفعہ بات کی کہ حضرت یہ ایم آر ڈی کا مسئلہ ہے اور اِس میں پیپلز پارٹی کا مسئلہ ہے تو آپ یہ کیوں کر رہے ہیں۔ تو آپ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی اور اس میں فرمایا کہ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ .... وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یہ آیت پڑھی [1]

آپ کو معلوم ہوگا یہودیوں کا قصّہ کہ یہودی جو تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح آزمایا کہ تم ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار مت کرو اور وہ مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے سمندر کے پاس رہتے تھے۔ بحر قلزم کا واقعہ ہے اس کے کنارے اُن کی رہائش تھی اللہ نے ان کو منع فرمایا کہ تم مچھلی کا شکار مت کرو اور خاص طور پر ہفتہ کے دن کی ممانعت کردی اور ہفتہ کے دن ہی ایسا ہوتا تھا کہ مچھلیاں نکل کر سامنے آجاتی تھیں باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں تو انھوں نے دریا سے ایک تالاب نکال لیا اس میں پانی چھوڑ دیا۔ تو یہ کرتے تھے جب ہفتہ کا دن ہوتا تھا تو مچھلیاں

---

[1] سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۶۳ و ۱۶۴

اِس تالاب میں جب آتی تھیں تو مچھلیاں تو نہیں پکڑتے تھے وہ راستہ جہاں سے پانی دریا سے ملتا تھا وہ بند کر دیتے تھے، پھر اتوار کے دن مچھلیوں کو پکڑ لیتے تھے تو یہ بھی ایک شکار ہی تھا اللہ سے دھوکہ کر رہے تھے حیلہ بہانہ تھا ایک۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کا اُن پر عذاب نازل ہوا تھا۔ اُس وقت جماعتیں بن گئی تھیں ایک جماعت ایسی بنی جو اُن کو منع کرتی رہی اُنھیں روکتی رہی، نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتی رہی حالانکہ انھیں معلوم تھا کہ یہ نہیں مانیں گے وہ جانتے تھے کہ یہ ایسے لوگ ہیں باز نہیں آئیں گے۔ اور ایک جماعت ایسی تھی کہ جس نے تھوڑا بہت سمجھایا اور پھر چُپ ہو کر بیٹھ گئی انھوں نے کہا کہ نہیں یہ تو سننے والے نہیں ہیں۔ اور ایک جماعت ایسی تھی کہ جو بالکل ہی کچھ نہیں کہتی تھی بس خاموش تھی کہ اِن کو اِن کے حال پر چھوڑ دو۔ جو جماعت نھی عن المنکر کرتی رہی اُس کی بات انھوں نے نہیں مانی۔ قرآن پاک میں آتا ہے فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُکِّرُوْا بِہٖ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۶۵) جب اللہ کا عذاب آیا تو جتنے یہودی تھے جو شکار کرتے تھے سب پر عذاب آیا اور اللہ نے اُن کو بندر سے بدل دیا مسخ ہوگئی شکل۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو نہی عن لمنکر کرتے رہے میں نے اُن کو بچالیا اُن کی حفاظت فرمائی۔ تو جب ہمارے استاد نے سوال کیا کہ یہ کیوں کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا قَالُوْا مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ اس لیے کر رہا ہوں تا کہ کل اللہ کے سامنے یہ پیش کر سکوں کہ اے اللہ میں نے اپنا فرض ادا کیا تھا، ہم نے کوشش کر لی تھی سمجھانے کی یہ نہیں سمجھے۔

تو اپنے سیاسی موقف پر اُن کے پاس دلیل تھی قرآن کی، اُن کا عمل بغیر دلیل کے نہیں تھا۔ لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ جو اُس وقت پیپلز پارٹی کو کافر کہتے تھے جو جرنیل اُس سے نفرت کرتے تھے آج وہ اُسے ایک حقیقت قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ ایک حقیقت ہے یہ تو اُن کا حال ہے۔ ہمارے بزرگ تو اُس کو اُس وقت بھی حقیقت نہیں مانتے تھے اور آج بھی حقیقت نہیں مانتے۔ وہ اُس وقت بھی کہتے تھے کہ یہ سراب ہے آج بھی سراب کہتے ہیں لیکن اس سراب کو یہ فوجی حکمران آج حقیقت کہہ رہے ہیں۔ اِن کی تو کوئی بنیاد نہیں ہے ہمارے بزرگوں نے جو کام کیا کسی بنیاد پر کیا ہے کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے اس وجہ سے وہ کرتے تھے۔

یہ چند واقعات ہیں جو میں نے آپ کے گوش گزار کیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے جو مقاصد ہیں اُن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہِ رجب کے فضائل واحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ :

رجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت، عظمت وفضیلت والے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ "

(سورہ توبہ آیت ۳۶ پ ۱۰)

"یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی احکام شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے، اور) ان میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب)، یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْهُرِ حُرُم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا"۔ (بیان القرآن ملخص)

تشریح وتفسیر : سورہ توبہ کی اس مذکورہ آیت میں ارشاد ہے: "اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا "اس میں لفظِ "عِدَّةَ" تعداد کے معنیٰ میں ہے اور" شُهُوْرِ " "شَهْر "کی جمع ہے، شَهْر کے معنیٰ مہینہ ہے۔ معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ متعین ہے، اس میں کسی کو کمی بیشی کا کوئی اختیار نہیں۔ اس کے بعد "فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ " کا لفظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہ بات ازل سے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی پھر "یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ " فرما کر اشارہ کر دیا کہ قضاءِ خداوندی اس معاملہ میں اگرچہ ازل میں جاری ہو چکی تھی لیکن یہ مہینوں کی ترتیب اور تعین اُس وقت عمل میں آئی جب آسمان وزمین پیدا کیے گئے۔ پھر ارشاد فرمایا "مِنْهَآ

اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ " یعنی ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت (عظمت) والے ہیں، ان کو حرمت والا دو معنٰی کے اعتبار سے کہا گیا۔ ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل وقتال حرام ہے، دوسرے اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں، ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ ان میں سے پہلا حکم تو شریعتِ اسلام میں منسوخ ہو گیا مگر دوسرا حکم احترام وادب اور اِن میں عبادت گزاری کا اہتمام اسلام میں بھی باقی ہے۔ "ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ " یہ ہے دین مستقیم یعنی مہینوں کی تعیین اور ترتیب اور ان میں ہر مہینہ خصوصاً اشہر حرم (چار عظمت والے مہینوں) کے متعلق جو احکام ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ کے حکم ازلی کے مطابق رکھنا ہی دین مستقیم ہے، اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی اور تغیر وتبدل (جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کی کی جاتی تھی) کج طبعی کی علامت ہے۔" فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَکُمْ " یعنی ان مقدس مہینوں میں تم اپنا نقصان نہ کر بیٹھنا کہ ان کے معینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرو، یا ان میں عبادت گزاری میں کوتاہی کرو۔

امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ ان میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو اُن برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی میں یہ چار مہینے ادب اور احترام کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اصل حکم کو یعنی اِن کی حرمت کو برقرار رکھا اور مشرکین عرب نے جو اِس میں تحریف کی تھی اُس کی نفی فرمادی۔ (معارف القرآن ادریسی ج ۳ ص ۴۳۱)

ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے منٰی کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ :

> "(اس وقت) زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اُسکے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اُس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں

تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، اِن میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک قبیلہ مضر والا رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الآخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان آتا ہے''۔ (بخاری، مسلم ومسند احمد)

حجۃ الوداع کے خطبۂ یوم النحر میں رسولِ کریم ﷺ نے ان (چار عظمت والے) مہینوں کی تشریح یہ فرمائی کہ تین مہینے مسلسل ہیں، شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ جن کو ''اشھر حج'' بھی کہا جاتا ہے، اور ایک مہینہ رجب کا ہے مگر ماہِ رجب کے معاملہ میں عرب کے دوقول مشہور تھے، بعض قبائل اس مہینہ کو رجب کہتے تھے جس کو ہم رمضان کہتے ہیں اور قبیلۂ مضر کے نزدیک رجب وہ مہینہ تھا جو جمادی الآخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو رجب مضر فرما کر یہ وضاحت بھی فرمادی کہ جو جمادی الآخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے وہ ماہِ رجب مراد ہے۔

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

'' اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ ''(مشکوٰۃ ص ۱۲۱ باب الجمعۃ فصل ثالث . مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۶۵، مسند بزار، طبرانی کبیر ، بیہقی فی شعب الایمان وضعفہٗ)

'' اے اللہ ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا تا کہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دعا فرمائی ہے، تو حضور ﷺ کے اس ارشاد سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔ (رسالہ ''شعبان المعظم'' ص ۶۷، مرتبہ حافظ تنویر احمد شریفی صاحب الخطاط، مضمون حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اور کیونکہ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے، اور حضور ﷺ اس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دعا بھی فرماتے

تھے، اسی وجہ سے اس بابرکت مہینہ کی ابتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اور اِس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، تاکہ اس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دعاؤں کے ساتھ ہو، اور پھر پورے مہینے اِس دعا کی برکت قائم رہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَمْسُ لَیَالٍ لَایُرَدُّ فِیْھِنَّ الدُّعَآءُ لَیْلَۃُ الْجُمُعَۃِ وَاَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَجَبَ وَلَیْلَۃُ النِّصفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَیْلَتَا الْعِیْدِ (اخرجہ عبدالرزاق ج۴ ص۳۱۷ ،کتاب الصیام باب النصف من شعبان واخرجہ البیھقی فی شعب الایمان ج۲ ص۱۳ باب الصیام فی لیلۃ العید وفضائل الاوقات للبیھقی ص۳۱۲ باب فی فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، اور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں''۔ (عبدالرزاق ج۴ ص۳۱۷۔ بیہقی فی شعب الایمان ج۲ ص۱۳۔ فضائلُ الاوقات ص۳۱۲ باب فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

فائدہ : اس روایت کے ۲ راوی محمد ابن عبدالرحمٰن بیلمانی اور عبدالرحمٰن بیلمانی کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ''تقریب التہذیب'' ج۱ ص۵۶۳ و ج۲ ص۱۰۳ ''تہذیب التہذیب'' ج۶ ص۱۳۶)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بے شک پانچ راتوں میں دُعا (زیادہ) قبول ہوتی ہے، جمعہ کی رات، عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی رات رجب کی پہلی رات، اور نصف شعبان کی رات۔ (اس روایت کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں نے جو کچھ بیان کیا اُن سب کو میں مستحب سمجھتا ہوں، فرض نہیں سمجھتا۔ شیخ ابن مفلح حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان بیدار رہ کر نفلی عبادتوں میں مشغول رہنا مستحب ہے حدیث کی وجہ سے (یعنی اِس پر حدیث وارد ہوئی ہے)۔ ایک جماعت نے فرمایا، اور عاشورہ کی رات، رجب کی پہلی رات اور نصف شعبان کی رات کو بھی بیدار رہ کر نفلی عبادتوں میں مشغول رہنا مستحب ہے، الخ (المبدع لابن مفلح الحنبلی باب صلاۃ التطوع ج۲ ص۲۷ بحوالہ رسالہ ''شب براءت کی حقیقت'' مولانا دِلاور حسین کملائی صاحب، دارالعلوم کراچی)

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت و شرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت و اطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت و اطاعت میں داخل ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین و فقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب و مندوب ہونا ثابت ہے۔

عَنْ اَبِی السَّلِیْلِ عَنْ مُجِیْبَةَ الْبَاهِلِیَّةِ عَنْ اَبِیْهَا اَوْ عَمِّهَا اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ وَقَدْ تَغَیَّرَتْ حَالُهٗ وَهَیْئَتُهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِیْ قَالَ وَمَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا الْبَاهِلِیُّ الَّذِیْ جِئْتُكَ عَامَ الْاَوَّلِ قَالَ فَمَا غَیَّرَكَ وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَیْاَةِ قُلْتُ مَا اَكَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُكَ اِلَّا بِلَیْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ ثُمَّ قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَیَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِیْ فَاِنَّ بِیْ قُوَّةً قَالَ صُمْ یَوْمَیْنِ قَالَ زِدْنِیْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ قَالَ زِدْنِیْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَ صَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا (ابو دائود فی صوم اشهر الحرم و اللفظ لهٗ ، ابن ماجه فی صیام اشهر الحرم و مسند احمد)

حضرت ابو سلیل مجیبہ باہلیؓ اپنے والد یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے، اور پھر چلے گئے، بعد اِس کے ایک سال بعد پھر آئے اور اِن کا حال بدل گیا تھا، شکل اور ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھ کو پہچانتے ہیں آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے کہا میں وہی باہلی ہوں جو آپ کے پاس اگلے سال آیا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہاری شکل کیوں بدل گئی اُس وقت تو اچھی تھی۔ انہوں نے کہا میں جب سے آپ کے پاس گیا رات ہی کو کھانا کھایا (یعنی برابر روزے رکھے)۔ آپ نے فرمایا کیوں تو نے اپنی جان کو عذاب میں ڈالا۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر یعنی رمضان کے مہینے

کے روزے رکھواور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو۔ ان اصحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے لیے اور اضافہ کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجیے پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرمادیجیے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجیے۔ پھر اُن صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرمادیجیے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اشہرِ حُرُمُ (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھواور چھوڑ واور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملادیا پھر چھوڑ دیا (مطلب یہ تھا کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرواور اِسی طرح کرتے رہو۔ (ابوداوٗد مسند احمد، ابن ماجہ)

فائدہ : حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص اس طریقہ پر عمل کرے بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے ان صحابی کیلیے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا اسلیے اُن کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔ یہ تو ان چار مہینوں کے متعلق عمومی بیان تھا، اور بعض روایات سے خاص رجب کے مہینے میں روزے کی فضیلت کا اشارہ بھی ملتا ہے جو ذیل میں درج ہیں۔

عَنْ عَطاءٍؒ اَنَّ عُرْوَةَ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَصُوْمُ فِیْ رَجَبَ ؟ قَالَ نَعَمْ وَيُشْرِفُهٗ (ابو الحسن علی ابن محمد بن شجاع الربعی فی فضل رجب ، ورجالہٗ کلھم ثقات) (کنز العمال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱، لطائف لا بن رجب)

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔

عُثْمانُ يَعْنِی ابْنَ حَكِيْمٍ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صِيَامِ رَجَبَ فَقَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا

يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ (ابو داؤد واللفظ لهٗ ، مسلم ، مسند احمد)

حضرت عثمان بن حکیم انصاری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور آپ روزہ چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ (ابوداؤد، مسلم مسند احمد)

فائدہ : اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے اس مہینے میں روزوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو تمام ہی مہینوں میں کثرت سے روزے رکھتے تھے جن میں رجب کا مہینہ بھی شامل تھا یعنی روزے رکھنے میں رجب کے مہینے کی تخصیص نہیں کی تھی۔ (بذل المجہود ج ۴ ص ۱۷۴)

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

اَلْمَرْغُوْبَاتُ مِنَ الصِّيَامِ اَنْوَاعٌ اَوَّلُهَا صَوْمُ الْمُحَرَّمِ وَالثَّانِىْ صَوْمُ رَجَبَ وَالثَّالِثُ صُوْمُ شَعْبَانَ وَصَوْمُ عَاشُوْرَآءَ (فتاوٰی ھندیہ ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم قبیل الباب الرابع)

اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اوّل محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دن کا روزہ۔

اسی طرح اشہر حرم کے مہینوں کے بعض دنوں میں بھی روزے رکھنا مستحب ہے، ہندیہ میں ہے :

وَيُسْتَحَبُّ صَوْمُ يَوْمِ الْخَمِيْسِ وَالْجُمُعَةِ وَالسَّبْتِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ وَالْاَشْهُرُ الْحُرُمُ اَرْبَعَةٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ ثَلَاثَةٌ سَرْدٌ وَوَاحِدٌ (فتاوٰی ھندیہ ج۱ ص۲۰۱ کتاب الصوم اخیر باب الثالث)

حرمت والے (چار) مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے، حرمت کے مہینے چار ہیں، ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ تین مہینے مسلسل ہیں اور ایک علیحدہ۔

رجب کے روزوں سے متعلق ایک اہم علمی تحقیق :

بعض حضرات نے رجب کے مہینے اور اُس کے مختلف دِنوں کے روزوں سے متعلق احادیث وروایات کے حوالہ سے عجیب وغریب فضائل ذکر کیے ہیں۔ مگر اکثر محدثین نے خاص رجب کے حوالے اور اُس کے روزوں کی فضیلت وارد ہونے والی احادیث اور روایات کا سختی سے انکار کیا ہے اور اُن کو حد درجہ ضعیف بلکہ موضوع تک قرار دیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تو اِس بارے میں مستقل رسالہ موجود ہے "تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب"، جس میں موصوف نے تفصیل کے ساتھ اس بارے میں وارد شدہ احادیث وروایات پر جرح اور تنقید کی ہے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "ماثبت بالسُّنة فی ایام السَّنَة" میں بھی اِس قسم کی احادیث پر محدثین کی جرح کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام بحث خاص رجب کے حوالے سے وارد شدہ مستقل خاص خاص عجیب وغریب فضائل کے بارے میں ہے۔ مگر جہاں تک رجب کے مہینے کی اپنی ذاتی فضیلت اور اُس میں بوجہ اُس کے حرمت والا مہینہ ہونے کے اصولی درجہ میں روزے کی استحبابی فضیلت کا تعلق ہے وہ ایک مستقل اور جدا مسئلہ ہے، جو دوسرے اصولوں سے ثابت ہے۔ نیز اگر اس قسم کی تمام روایات کو جمع کرکے رجب کے مہینے میں روزوں کا مستحب ہونا تسلیم کیا جائے تو بھی گنجائش ہے جیسا کہ "شب برأت" کی فضیلت کا معاملہ ہے کیونکہ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہوسکتا ہے جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے، نیز حضرات ِمحدثین اور فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو لیکن اِس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اُس کی کمزوری کسی درجہ میں دُور ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خاص رجب کے روزوں کی جو مختلف اور عجیب وغریب فضائل والی احادیث وارد ہیں وہ ضعیف ہیں لیکن رجب کے مہینے یا اُس کے روزوں کی مستحب درجہ میں فضیلت شریعت کے ایک اصول اور کلیہ کے تحت داخل ہے، اور وہ ماہِ رجب کا حرمت والے مہینوں میں سے ہونا ہے اور حرمت والے مہینوں میں عبادت کی فضیلت شریعت سے ثابت ہے، اور محدثین کا اصول بھی ہے کہ جو ضعیف حدیث شریعت کے کلیہ میں داخل ہو اُس کو قبول کیا جائے گا۔

اور بعض احادیث میں رجب کے روزوں کی جو ممانعت آئی ہے، مثلاً :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنْ صِیَامِ رَجَبَ (سنن ابن

ماجه ص۱۲۵ باب صیام اشهر الحرم) وهوضعیف (حاشیه الفقه الاسلامی و ادلتهٗ ج۳ ص۱۶۳۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے رجب کے روزوں سے منع فرمایا ہے (یہ روایت ضعیف ہے)(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۵ باب صیام اشہر الحرم)

عَنْ خَرْشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ "يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِيْ صَوْمِ رَجَبَ حَتّٰى يَضَعُوْهَا فِي الطَّامِ فَيَقُوْلُ رَجَبُ وَمَا رَجَبُ شَهْرٌ تُعَظِّمُهُ الْجَاهِلِيَّةُ فَلَمَّا جَآءَ الْإِسْلَامُ تُرِكَ.(رواه ابن ابی شیبة والطبرانی فی الاوسط ، کنز العمال ج۸ ص۶۵۳ ، مجمع الزوائد ج ۳ ص۹۱ ، و رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه الحسن بن جبلة ولم اجد من ذکره و بقیة رجاله ثقاة .(حاشیه کنزالعمال)

حضرت خرشہ بن حرؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ رجب کے روزہ داروں کو تنبیہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ ہاتھ پکڑ کر کھانا کھلاتے تھے، اور فرماتے تھے یہ رجب، یہ رجب، یہ رجب کیا چیز ہے؟ سنو! رجب وہ مہینہ ہے جسے جاہلیت کے زمانے میں معظم مانا جاتا تھا لیکن اسلام نے آ کر اِس کو ترک کر دیا۔

اس ظاہری ٹکراؤ اور تعارض کا عمدہ اور بہترین جواب وہ ہے جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں :

''احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ جاہلیت رجب کی تعظیم میں غلو کرتے تھے، چنانچہ ''رسم عتیرہ'' اِس پر شاہد ہے جس کو حدیث ''لَافَرْعَ وَلَا عَتِيْرَةَ'' سے منسوخ کیا گیا۔ بالخصوص قبیلۂ مضر سب سے زائد اس امر میں مبالغہ کرتے تھے حتّٰی کہ اُن کی طرف رجب کی اضافت کی جاتی تھی۔ جیسا کہ احادیث میں ترکیب رجب مضر اِس پر دال ہے۔ پس اس طور پر تخصیص کے ساتھ رجب کی تعظیم شعارِ جاہلیت کا تھا، چونکہ احتمال تھا کہ بعض لوگ جو رجب

کی تعظیم کرتے تھے اور اب مشرف باسلام ہو گئے تھے شاید وہ لوگ یا اُن کی دیکھا دیکھی اور لوگ اس طرح کی تعظیم کے قصد سے اِس میں روزہ نہ رکھنے لگیں۔اس لیے شارع علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمادی۔جس طرح بعض احادیث میں ''صوم یوم السّبت'' سے نہی آئی ہے حالانکہ اطلاق سے دلائل سے و نیز اجماع سے اِس کا جواز ثابت ہے۔وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ یہود کی دیکھا دیکھی تخصیص صوم کو ذریعۂ تعظیم نہ بنائیں،اسی طرح صیام رجب کی نہی کو سمجھنا چاہیے۔پس اس حیثیت سے تو یہ منھی عنہ ٹھہرا۔دوسری حیثیت رجب میں صرف شھر حرام ہونے کی ہے جو اِس میں اور بقیہ اشہر حرم میں مشترک ہے۔پہلی حیثیت سے قطع نظر کر کے صرف اِس دوسری حیثیت سے اس میں روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔لاختلاف الْمَحْمَلَيْنِ كَمَا ذَكَرْنَا''. (امدادالفتاوٰی ج ۲ ص۸۵تا۸۶)

۲۲/رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲/تاریخ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ جو رسم انجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے،اوراس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے،اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو انجام دینے کا حکم فرمایا تھا اور اِس رسم کو انجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے،اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔مفتی اعظم ہند

حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

رجب کے کونڈوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے ۔ یہ گھڑی ہوئی باتیں ہیں اِن کو ترک کردینا چاہیے، تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا طریقہ بھی شریعت سے ثابت نہیں ۔ یہ بھی لوگوں کا خود گھڑا ہوا طریقہ ہے، اِسے بھی ترک کردینا لازم ہے۔شب برأت کا حلوہ،محرم کا کھچڑا، کونڈے اور تبارک یہ کوئی شرعی چیزیں نہیں ہیں۔ان کو شرعی سمجھ کر پکانا بنانا بدعت ہے۔
(کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات۔حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے؟ اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔(دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی،اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا،اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اعلانیہ نہ تقسیم کی جائے،تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں

اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔ (فتاوٰی محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

ایصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلاکسی التزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۱۸۴)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروج رسم دشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے۔ ۲۲/رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری۔ استیعاب) ۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی ولادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جاکر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اِس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ (احسن الفتاوٰی ج ۱ ص ۳۶۸)

خیر الفتاوٰی میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے :

۲۲/رجب نہ امام جعفرؒ کا یوم ولادت ہے، نہ یومِ وفات ہے۔ بلکہ یہ دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یومِ وفات ہے (طبری، استیعاب) اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ یہ رسم رافضیوں کی ایجاد کردہ ہے۔ تقیہ اور جھوٹ ان کا شعارِ خاص ہے۔ پہلے اس تاریخ کو اعلانیہ خوشی کا اظہار کرتے تھے جب سنیوں کا غلبہ ہوا تو عام تقسیم بند کردی اور گھر میں پکار کر رکھ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو بُلا کر کھلاتے ہیں۔ جب یہ محقق ہوا کہ یہ رسم رافضیوں کی ایجاد ہے تو اس امر کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ کس سن میں ایجاد ہوئی اور موجد کون ہے؟ سینوں کو ہرگز اس رسم میں شرکت نہیں کرنی چاہیے بلکہ حتی الوسع اسے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس دن خیرات نیک مقصد کے تحت کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس میں تشبہ بالروافض ہے۔ نیز ان کے مکروہ ترین عمل کو تقویت دینا ہے۔ جس عمل کی بنیادی غرض ہی صحابیٔ رسول کی توہین ہو اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا ہو اُسے رسمِ بد کہنے پر سوال کرنا تعجب ہے۔ (خیر الفتاوٰی ج ۱ ص ۵۷۲ تا ۵۷۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔ اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اِس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ

اِس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے، اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اور کوئی حظِّ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اور اِدھر سے اُدھر جا رہی ہیں، اور اُدھر سے اِدھر آ رہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں، مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی! ان چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے ؎

حقیقت روایات میں کھوگئی یہ اُمت خرافات میں کھوگئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پسِ پشت ڈال دی گئیں، اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا، لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی، اور قرآن وحدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے''۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲؍رجب کے کونڈے کرنا شرعاً جائز نہیں، ان میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷؍رجب کے منکرات اور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷؍تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعاً گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے، دِن کو حلوہ

لچی پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو درو دیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے اُسے وہابی کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً ائمۂ مساجد جاہلوں کی اس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دوسری، تیسری اور چوتھی میں تبذیر اور اسراف پایا جاتا ہے، جو شرعاً حرام ہے (خطباتِ حضرت لاہوری رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۷۹) اور اس قسم کی چیزیں زیادہ تر اس بنیاد پر انجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے۔ اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷؍رجب اور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

چنانچہ علامہ سیّد محمد زرقانی رحمہ اللہ (متوفّٰی ۱۱۲۲ھ) تحریر فرماتے ہیں :

وَلَمَّا كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ اَوِالْاٰخِرِاَوْ رَجَبٍ اَوْرَمَضَانَ اَوْ شَوَّالٍ اَقْوَالٌ خَمْسَةٌ اُسْرِیَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ يَقْظَةً . (الزرقانی شرح المواهب اللدنیه ج۱ ص ۳۵۵)

جب ربیع الاول کا مہینہ ہوا، یا ربیع الآخر کا، یا رجب کا، یا رمضان کا یا شوال کا، اس سلسلہ میں یہ پانچ اقوال ہیں تو آپ ﷺ کو رُوح مع الجسم بیداری کی حالت میں معراج کرائی گئی۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں :

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء و معراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرات محدثین نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج ۵ ص ۴۴۲ و ۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

۲۷/رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے، اور اس شب کو بھی اِسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے، اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے، بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیئے کہ اِس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں، اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ خوب سمجھ لیجیے! یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے، اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷؍رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷؍رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقام قرب عطا فرمایا، اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا، تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷؍رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵؍نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸؍سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن اِن اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اِس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ نہ تو

آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور ﷺ جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷؍رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لہٰذا جو چیز حضور اقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی احمق نہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا اُن سے زیادہ دین کو ذوق رکھتا ہوں، یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱، ۵۲)

طلاق ایک ناخوشگوار ضرورت اور اُس کا شرعی طریقہ

قسط : ۲

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری، انڈیا ﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلے وفتاوٰی :

امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بابت کئی طرق سے نقل فرمایا ہے کہ ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں کو عبداللہ بن عباسؓ نے تین طلاق لازم قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے :

" اخرج ابو داؤد بسند صحیح من طریق مجاھد قال کنت عند ابن عباسؓ فجاءہ رجل فقال انہ طلق امرأتہ ثلاثاً " یعنی ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں آیا عرض کیا کہ "اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، اب کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس پر نکیر اور ناراضگی کا اظہار کیا اور اخیر میں فرمایا "عصیت ربک وبانت منک امرأتک " یعنی ایک ساتھ تین طلاق دے کر تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اب تو تمہاری بیوی تم سے جدا اور حرام ہوگئی۔ (فتح الباری ۹/۴۵۳، ابوداؤد ۱/۳۰۶ بیہقی ۷/۳۳۷، دار قطنی ۲/۴۵۱)

حدیث پاک کی مشہور کتاب موطا امام مالکؒ جس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے اس میں حضرت امام مالکؒ نے کتاب الطلاق میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی فتوٰی تحریر فرمایا ہے کہ :

ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اب کیا حکم ہے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی کو تین طلاق تو واقع ہوگئیں باقی ۹۷ کے ساتھ تم نے اللہ کی آیات اور اُس کے احکام کے ساتھ مذاق اُڑایا۔ مالک انہ بلغہ ان رجلا قال لابن عباسؓ انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تری علی فقال ابن عباسؓ طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بھا آیات اللّٰہ ھزوا. (موطا امام مالک کتاب الطلاق ص۱۹۹)

نیز اسی طرح کا فتوٰی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر فرمایا ہے، بطورِ نمونہ کے اجلہ صحابہؓ کے یہ چند آثار اور اُن کے فیصلے وفتاوٰی ذکر کیے گئے ورنہ صحابہؓ کے مابین بیک وقت تین طلاق سے تین طلاق کا واقع ہونا ایک اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ علامہ ابن قیمؒ "اغاثة اللهفان" میں تحریر فرماتے ہیں : **فقد صح بلا شك عن ابن مسعودؓ و علیؓ و ابن عباسؓ الالزام بثلاث ان اوقعها جملة** .(اغاثة اللهفان /۱۷۹) یعنی حضرت ابن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے بلاشک وشبہہ یہ بات ثابت ہے کہ ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاق سے سب لازم اور واقعی ہوں گی۔

نیز زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں کا واقع ہونا ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور تابعینؒ اور بے شمار صحابہ کرام کا مسلک ہے : " **وهذا (أى وقوع الثلاث بكلمة واحدة) قول الائمة الاربعة وجمهور التابعين و كثير من الصحابة رضى الله عنهم اجمعين** ".(زاد المعاد ۲/۲۵۵)

ائمہ اربعہؒ کے علاوہ دیگر فقہاء ومحدثین کا بھی یہی مسلک ہے کہ ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی طلاق ہوتی ہیں جن سے بیوی قطعی حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ایک باب خاص اسی مسئلہ کے اثبات کے لیے منعقد فرمایا ہے " **باب من اجاز طلاق الثلاث** " اس کے بعد حدیث سے اس کو ثابت فرمایا ہے نیز سنن کبری بیہقی میں ایک باب خاص اسی غرض سے منعقد کیا ہے "**باب امضاء الثلاث وان كن مجموعات**" یعنی تین طلاق نافذ کرنے کا بیان اگرچہ وہ تینوں طلاق ایک ساتھ دی گئی ہوں" پھر حدیث کے ذریعہ اِس کو ثابت فرمایا ہے اور وہی حدیث ذکر فرمائی ہے جو امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے۔ (بیہقی ۷/۳۳۴)

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم شریف تحریر فرماتے ہیں کہ :

> "ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جماہیر علماء سلف وخلف سب کے نزدیک حکم یہ ہے کہ ایک ساتھ ایک جملہ میں تین طلاق دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں"۔ (شرح مسلم شریف ۱/۴۷۸)

تفسیر مظہری میں نقل کیا ہے :

لكنهم اجمعوا على انه من قال لأمرأته انت طالق ثلثا يقع ثلاثاً

بالاجماع (تفسیر مظہری ۱/۳۰۰)

''تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں تو بالاجماع تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی''۔

محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں : **لم ینقل عن احد منھم انہ خالف عمرؓ حین امضی الثلاث وھی یکفی فی الاجماع** یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب تین طلاق سے تین ہی طلاق ہونے کا قانون نافذ فرمایا تو کسی صحابی نے اِس کی مخالفت نہیں کی، اجماع کے لیے اتنی بات کافی ہے۔

اور اب تین طلاق سے تین طلاق ہونا ایک اجماعی مسئلہ ہے یہی اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے جو اس کے خلاف کا قائل ہو وہ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف کہتا ہے۔'' **قالوا من خالف فیہ فھو شاذ مخالف لاھل السنة والجماعة**'' (زجاجۃ المصابیح ۲/۴۶۹، عمدۃ القاری شرح بخاری ۹/۵۳۷)

گزشتہ تفصیلات اور تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دینا اگرچہ معصیت ہے لیکن تینوں طلاق ہو جائیں گی اور وہ عورت اُس کے لیے حرام ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی فیصلہ فرمایا اور آپ کے بعد خلفاء راشدینؓ، فقہاء صحابہؓ، اجلہ صحابہؓ، جمہور صحابہؓ نے اسی کو اختیار فرمایا، اور اسی کے مطابق فتوی دیا، اور آج بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اُمت کو اس طریقہ اور حکم پر قائم رہنا ضروری ہوگا جو طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کا تھا کیونکہ آپ نے حق اور نجات کا معیار جو فرمایا ہے وہ یہ ہے'' **مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ**'' یعنی جو میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ ہے وہی نجات کا راستہ ہے۔ اور ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاق کی بابت حضور پاک ﷺ اور صحابہ کا طریقہ تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکا ہے، اس لیے اب یہی حق اور واجب العمل ہے، اس کے خلاف غلط اور مردود ہے۔

فتاوٰی اہلِ حدیث میں ہے :

''ناجی گروہ خاص ہے جس کی پہچان نبی ﷺ نے'' **ماانا علیہ و أصحابی**'' بتائی ہے یعنی جس طریق پر صحابہ ہوں گے اس طریق پر چلنے والا فرقہ حق پر ہوگا، جو ان کے خلاف ہوگا وہ باطل پرست ہے۔ (فتاوٰی اہلِ حدیث ۱/۳۔۴)

(جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

انسان دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے بہتر ہیں

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِثْنَتَانِ یَکْرَ ھُھُمَا ابْنُ آدَمَ یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَۃِ وَیَکْرَہُ قِلَّۃَ الْمَالِ وَقِلَّۃُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ. (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۴۸)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں انسان ناپسند کرتا ہے۔ایک تو موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مومن کے لیے موت فتنہ سے بہتر ہے، دوسرے مال و دولت کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال و دولت کی کمی حساب کی کمی کا موجب ہے۔

اس حدیث مبارک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ انسان بتقاضائے بشریت دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ایک تو موت کو دوسرے مال و دولت کی کمی کو، حالانکہ یہ دونوں چیزیں اُس کے لیے بری نہیں اچھی ہیں۔اس لیے کہ زندگی میں ہزار قسم کے خطرات ہیں، ہوسکتا ہے انسان کفر وشرک اور گمراہ کن عقائد ونظریات کا شکار ہو جائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مہلک قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جائے، یہ بھی ممکن ہے کہ ظالم و جابر لوگوں کا آلۂ کار بن کر مخلوق کی ستم رسانی کا ذریعہ بن جائے، موت میں اِن سب فتنوں سے خلاصی ہے۔اسی طرح مال کی زیادتی سے بھی انسان کے فتنوں میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے، اس لیے مال کا کم ہونا ہی بہتر ہے کہ ایک تو اِس طرح دنیا سے فتنوں میں پڑنے سے حفاظت ہوگی، دوسرے آخرت میں حساب کم دینا پڑے گا۔

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں

عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَھْرُمُ ابْنُ آدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ اَلْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ. (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۴۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : انسان خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، ایک تو مال (جمع کرنے) کی حرص دوسرے عمر (درازی) کی آرزو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :لَا یَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَابًّا فِی اثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ۔ (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان (اور قوی) رہتا ہے، ایک تو دنیا کی محبت میں دوسرے آرزو کی درازی میں۔

انسان خواہ کتنا ہی بوڑھا کیوں نہ ہو جائے اُس کے مزاج واطوار اور اُس کی جبلّت پر مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ اِن دونوں چیزوں کا زور بڑھتا رہتا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس اگر علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ محفوظ و پاکیزہ نہ ہو جائے تو وہ اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کی گرفت میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ خواہشات وجذبات کی تکمیل مال اور عمر کے بغیر نہیں ہو سکتی، اس وجہ سے اُس میں مال اور عمر کی حرص بڑھتی رہتی ہے۔ اگر انسان ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ اپنے نفس پر قابو پالے تو وہ اس کی گرفت سے نکل سکتا ہے اور مال وعمر کی حرص ختم ہو سکتی ہے۔

✡ ✡ ✡

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

اخبار الجامعہ

جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور

﴿ سرگودھا کے سفر کی رُوداد : بقلم محمد نعمان متعلم جامعہ اشرفیہ لاہور ﴾

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید لاہور ۱۵/ جولائی بروز جمعۃ المبارک سرگودھا شہر میں تشریف لائے اور سب سے پہلے سرگودھا شہر کے دینی ادارہ ''دارالعلوم نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں تشریف لے گئے اور مدرسہ کے ماحول اور نظم وضبط کو دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور مدرسہ کے مہتمم مولانا شفقت علی صاحب فاضل دارالعلوم کراچی سے مل کر خوشی کا اظہار کیا اور دعائیں دیں، اس کے بعد سرگودھا شہر کی جامع مسجد مکی بلاک نمبر ۲۱ میں جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرمایا اور سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور آخر میں لوگوں کی ایک اہم کمزوری ''سود'' کو واضح کیا پھر دینی تعلیم وتعلم کی اہمیت کو بیان کیا۔ بعدازاں عصر کی نماز مسجد خاتم الانبیاء بلاک نمبر ۱۴ میں ادا فرمائی۔ مسجد کی آبادی کے لیے خصوصی دُعاء فرمائی جس میں اللہ کے ذکر کی طرف توجہ دلائی کہ جب انسان اللہ کا ہوجاتا ہے تو دُنیا کی ہر چیز اُس کے تابع ہوجاتی ہے۔

❁❁❁

وفیات

۱۰/ جولائی کو نفیس بک بائنڈر والے ندیم صاحب اور سلیم صاحب کی والدہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔ نیز جامعہ مدنیہ جدید کے ڈرائیور محمد اقبال صاحب کے تایا بھی گزشتہ دنوں وفات پاگئے اور جامعہ مدنیہ جدید کے خادم غلام فرید صاحب کے نومولود پوتے کی بھی گزشتہ دنوں وفات ہوگئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

❁❁❁